استقبالِ قبلہ کے مسائل

غیر اللہ یعنی کعبہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے کا جواز:

از غلام علی شاہ صاحب، حضرت سلامت السلام علیکم ورحمۃ اللہ

سوال: قبر اور تصویر کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا حرام ہے، تو شرع میں یہ حکم کس واسطے ہوا کہ کعبہ شریف کی دیوار کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا چاہئے، اس واسطے کہ اس طور سے نماز پڑھنے میں بھی قبر کی طرف نماز پڑھنے کی مشابہت پائی جاتی ہے اور یہ مسلم ہے کہ حجر اسود کو انبیا علیہم السلام نے بوسہ دیا تو حجر اسود کی نسبت انبیا علیہم السلام کے ساتھ ہے اور مقام ابراہیم کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ نسبت ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے انوار خلت کا اثر مقام ابراہیم میں ہو، اور کعبہ شریف کی دیوار کی طرف انبیا علیہم السلام اور ملائکہ علیہم السلام نے طواف کیا ہے اور اس وجہ سے وہ محل درود و برکات ہے، تو اس واسطے نماز میں اس کی طرف منہ کرنے کا حکم صادر ہوا۔ لیکن ہمارا خدشہ باقی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے کے سامنے سجدہ کرنا کس واسطے جائز ہوا؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اصل حقیقت یہ ہے کہ کعبہ شریف قبلہ ہے، اس واسطے کہ بیت اللہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ منسوب ہے، اس امر کا لحاظ نہیں کہ کس نے بنایا اور یہ بھی لحاظ نہیں کہ انبیاء سابقین علیہم السلام نے اس کا طواف کیا اور اسی وجہ سے شرعاً یہ حکم ہے کہ اگر کعبہ شریف کی دیوار منہدم ہوجائے۔ (نعوذ باللہ من ذلک) جیسا کہ حجاج کے وقت میں وقوع میں آیا، یا حجر اسود وہاں سے دور کردیا جائے، جیسا کہ قرامطہ کے وقت میں آیا، یا مقام ابراہیم دور کردیا جائے، تو کعبہ کی فضا کے بارے میں قبلہ کا حکم برقرار رہے گا۔ کعبہ شریف کا قبلہ ہونا اس کی اینٹ اور لکڑی اور پتھر پر موقوف نہیں۔ (۱) تو معلوم ہوا کہ کعبہ شریف کی دیوار، مقام ابراہیم اور حجر اسود کی طرف جو نماز پڑھنے کا حکم ہے، تو اس میں کچھ یہ لحاظ نہیں کہ کسی نبی

(۱) وعندنا أن القبلة هي الكعبة والكعبة هي العرصة والهواء إلى عنان السماء ولا معتبر بالبناء لأنه ينقل. (العناية شرح الهداية، باب الصلاة في الكعبة: ١/٥٢١)

البيت الحرام سميت كعبة لتربعها أو لنُتُوئِهَا ومنه الكاعب لمن ارتفع نهدها. (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، باب الصلاة في الكعبة: ٤١٧)/ وكذا في المصباح المنير في غريب الشرح الكبير، مادة: ك ع ب: ٢/٥٣٤. انيس)

کا وہاں پر قدم پڑا، اور انبیا علیہم السلام اور ملائکہ اور اولیاء کرام نے اس کا طواف کیا اور انبیا علیہم السلام نے حجر اسود کو بوسہ دیا۔ بلکہ صرف یہی لحاظ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کعبہ شریف کی نسبت ہے، تو اس واسطے کعبہ شریف اور مقام ابراہیم اور حجر اسود کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے میں شرک کا گمان نہیں ہوسکتا۔ بخلاف قبور انبیاء علیہم السلام اور قبور اولیاء کرام اور بخلاف بزرگوں کی تصویروں کے، صاف ظاہر ہے کہ ان چیزوں کی نسبت ان بزرگوں کے ساتھ ہے جن کی وہ قبر یا تصویر ہے اور اس میں بھی شبہ نہیں کہ جو لوگ ان چیزوں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا بہتر جانتے ہیں، ان کا خیال یہی ہوتا ہے کہ ان چیزوں کی نسبت بزرگوں کے ساتھ ہے، اس واسطے یہ چیزیں متبرک ہیں اور ان کے سامنے منہ کر کے نماز پڑھنا بہتر ہے، تو کعبہ شریف اور حجر اسود اور مقام ابراہیم کی طرف منہ کر کے جو نماز پڑھی جاتی ہے اور قبور انبیاء کرام اور اولیاء کرام یا بزرگوں کی تصویروں کی طرف جو بعض لوگ منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں، ان دونوں صورتوں میں جو فرق ہے، وہ اب ظاہر ہوا۔ مقام ابراہیم کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی امامت کے سوا اور کسی دوسرے امر کا لحاظ نہیں اور کسی کو امام بنانا دوسری چیز ہے اور کسی کو سجدہ کرنا دوسری چیز ہے اور یہ بھی صرف مستحب ہے کہ مقام ابراہیم کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی جائے؛ واجب نہیں۔ حتیٰ کہ مسجد حرام میں کعبہ شریف کی طرف منہ کر کے جس جگہ چاہے نماز پڑھ لے؛ نماز درست ہو جائے گی، جیسا کہ کعبہ شریف کے حق میں ثابت ہے کہ بیت اللہ ہے، (۱) اسی طرح حجر اسود کے حق میں بھی وارد ہے۔

"الحجر الأسود يمين الله في الأرض". (۲)

(ترجمہ): یعنی حجر اسود گویا اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے زمین میں۔

تو حجر اسود کو چومنا گویا بمنزلۂ خدا کی دست بوسی ہے، اس کی عظمت بھی اسی وجہ سے ہے کہ اس کی نسبت خدا کے ہاتھ سے ہے، تو کعبہ شریف کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کی وجہ معلوم ہوئی۔ البتہ اس نسبت کی ثبوت کے لئے نص صریح متواتر چاہئے اور کعبہ شریف اور بیت المقدس کے بارے میں اس نسبت کے ثبوت کے لئے نص صریح متواتر ہے۔ لیکن کعبہ شریف اور بیت المقدس کے سوا اور کسی دوسری چیز کے بارے میں کوئی نص صریح متواتر نہیں؛ جس سے یہ نسبت ثابت ہو۔

---

(۱) (الكعبة): بيت الله عز وجل، يقال: سمي بذلك لتربعه و كل بيت مربع : كعبة. (شمس العلوم و دواء كلام العرب من الكلوم، الكعبة: ۵۸۵۱/۹. انیس)

(۲) ابن عباس يقول: الركن - يعني الحجر - يمين الله في الأرض يصافح بها خلقه مصافحة الرجل أخاه، يشهد لمن يستلمه بالبر والوفاء والذي نفس ابن عباس بيده ما حاذى به عبد مسلم يسأل الله تعالى خيرًا إلا أعطاه إياه. (مصنف عبد الرزاق، باب الركن من الجنة، عن ابن عباس رضي الله عنهما قوله (ح: ۸۹۱۹) / أخبار مكة للأزرقي، ماجاء في فضل الركن الأسود: ۳۲۳/۱. انیس)

اور اسی خیال سے بنی اسرائیل نے کہا:

﴿اجْعَلْ لَّنَا اِلٰهاً كَمَا لَهُمْ آلِهَةٌ﴾(۱)

(ترجمہ) یعنی اے موسیٰ! بنائیے ہمارے لئے معبود جیسا کہ ان کافروں کے لئے معبود ہیں۔

اور اب کوئی ایسی چیز جہاں میں نہیں؛ جس کی نسبت بلا واسطہ حضرت حق کے ساتھ ہو، سوا فضاء حجر معلق کے اور یہ منسوخ ہے اور سوا فضاء کعبہ شریف کے یہ برقرار ہے اور باقی جن چیزوں کی طرف سجدہ کرنا بعض اشخاص بہتر جانتے ہیں اور وہ چیزیں تصاویر اور معابد اسلاف کے قبیل سے ہیں تو ان چیزوں کی نسبت اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے کی طرف ہے، بہرکیف دونوں صورتوں میں بہت فرق ہے، ذرا غور کرنے سے معلوم ہوسکتا ہے۔

اور تفسیر فتح العزیز میں پارہ الٓمٓ کے آخر میں یہ جو آیت ہے:

﴿وَعَهِدْنَا إِلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِيْنَ﴾(سورة البقرة: ١٢٥)

اس آیت کی تفسیر میں یہ مسئلہ مذکور ہے۔(۲)

اور شروع پارہ سیقول میں جو آیت ہے۔

﴿قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾(سورة البقرة: ١٤٢)

اس آیت کی تفسیر میں بھی تفسیر فتح العزیز میں یہ مسئلہ مذکور ہے، اس کو دیکھنا چاہئے، تا کہ اسرار عجیبہ ظاہر ہوں۔(۳)

اس قدر خیال کرنا یہ اشکال دفع کرنے کے لئے کافی اور شافی ہے کہ انبیا علیہم السلام نے کعبہ شریف کی طرف منہ

---

(۱) سورة الأعراف: ١٣٨. انیس

(۲) تفصیل کے لیے دیکھئے! جواہر عزیزی اردو ترجمہ تفسیر عزیزی، جزء اول: ۲۹۰-۳۲۰، مطبوعہ اشتیاق اے مشتاق پرنٹر لاہور۔ انیس

فمعنى الآية: وأمرنا إبراهيم وإسماعيل بتطهير بيتي للطائفين. "والتطهير" الذى أمرهما به فى البيت هو تطهيره من الأصنام وعبادة الأصنام فيه ومن الشرك بالله. (تفسير الطبرى، تفسير سورة البقرة: ١٢٥-: ٣٨/٢. انيس)

(۳) تفصیل کے لیے دیکھئے! جواہر عزیزی اردو ترجمہ تفسیر عزیزی، جزء دوم: ۴۳۵-۴۵۶، مطبوعہ اشتیاق اے مشتاق پرنٹر لاہور۔ انیس

ومن جهة أخرىٰ أن اليهود زعمت أن الأرض المقدسة أولىٰ بالتوجه إليها لأنها مواطن الأنبياء عليهم السلام وقد شرفها تعالىٰ وعظمها فلاوجه للتولى عنها فأبطل الله قولهم ذلك بأن المواطن من المشرق والمغرب لله تعالىٰ يخص منها مايشاء فى كل زمان على حسب مايعلم من المصلحة فيه للعباد إذ كانت المواطن بأنفسها لا تستحق التفضيل وإنما توصف بذلك على حسب ما يوجب الله تعالىٰ تعظيمها لتفضيل الأعمال فيها. (أحكام القرآن للجصاص، ت: قمحاوى، سورة البقرة: ١٠٦/١. انيس)

کر کے نماز پڑھی ہے اور حجر اسود کو بوسہ دیا ہے، تو ان کے نزدیک ان دونوں چیزوں کی عظمت کس درجہ سے ثابت تھی، اگر یہ وجہ تھی کہ نبی کو یہ خیال ہوا کہ ہمارے سابق نبی نے کعبہ شریف کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی اور حجر اسود کو بوسہ دیا تو یہ لازم آئے گا کہ انبیاء کرام میں تسلسل ہو اور کعبہ شریف قدیم ہو اور حادث نہ ہو اور اگر انبیاء کرام کو صرف یہ خیال ہوا کہ کعبہ شریف اور حجر اسود کی نسبت خدا کے ساتھ ہے، اس وجہ سے کعبہ شریف کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم ہے اور حجر اسود کو چومنے کا حکم ہے، تو اب بھی وہی علت موجود ہے۔

خلاصہ یہ کہ کعبہ شریف اور حجر اسود کی نسبت اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے، اس واسطے کہ کعبہ شریف کی طرف نماز پڑھنے کا حکم ہے اور حجر اسود کو بوسہ دینے کا حکم ہے اور کوئی دوسری وجہ نہیں اور قبور انبیا علیہم السلام اور قبور اور تصاویر اولیاء کرام کی نسبت اللہ تعالیٰ کے ساتھ نہیں، اس واسطے ان چیزوں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا نہیں چاہئے۔(۱) والسلام مع الاکرام

(فتاویٰ عزیزی: ۴۷۷-۴۷۹)

بیت المقدس کو ''قبلۂ اول'' کہنے کی وجہ:

سوال: بیت المقدس کو قبلہ اول کیوں کہتے ہیں؟ جب کہ مکہ کی زندگی میں حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے۔ (مدینہ میں صرف چند ماہ کے لئے بیت المقدس کو عارضی قبلہ بنایا گیا تھا) بعد میں پھر بیت اللہ شریف کی طرف منھ کر کے نماز پڑھی ہے اور قیامت تک یہ قبلہ رہے گا اور یہ بیت اللہ بیت المقدس سے بنا بھی پہلے اور اس میں نیکی (عبادت) کا ثواب ایک لاکھ ہے، دوسری جگہ کا کم ہے؟

الجواب ــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

اس امت میں بھی شروع میں بیت المقدس ہی قبلہ تھا، مگر ہجرت سے قبل مکہ مکرمہ میں بین الرکنین نماز پڑھنے سے بیت المقدس و بیت اللہ دونوں کی مواجہت حاصل ہو جاتی تھی، مگر بعد ہجرت، مدینہ منورہ جانے کے بعد یہ صورت ممکن

---

(۱) عن عثمان بن طلحة أن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قال: إنی نسیت أن آمرک أن تخمر القرنین فإنه لیس ینبغی أن یکون فی البیت شیء یشغل المصلی. (سنن أبی داؤد، باب فی دخول الکعبة (ح: ۲۰۳۰)

وفی روایة: أنه لا ینبغی أن یکون فی البیت شیء یلهی المصلین. (مسند الإمام أحمد، حدیث أم عثمان بنت سفیان وهی أم بنی شیبة (ح: ۱٦٦۳٦)

عن أنس بن مالک، کان قرام لعائشة سترت به جانب بیتها فقال النبی صلی اللّٰه علیه وسلم: أمیطی عنا قرامک هذا فإنه لا تزال تصاویره تعرض فی صلاتی. (الصحیح للبخاری، باب إن صلی فی ثوب مصلب، الخ (ح: ۳۷٤)

وقد یستدل بحدیث عائشة هذا علی کراهة الصلاة إلی التصاویر المنصوبة فإن فی ذلک مشابهة للنصاریٰ وعباد الأصنام المصلین لها ولا یترک فی المسجد صورة فی بناء. (فتح الباری لابن رجب، باب إن صلی فی ثوب مصلب أو تصاویر هل تفسد، الخ: ۲/۴۲۹. انیس)

نہ رہی اور پھر قبلہ اس امت کا بیت اللہ شریف سال ڈیڑھ سال بعد ہجرت مقرر ہوگیا، اس لئے بیت المقدس کو قبلہ اول کہنے لگے۔ ابن کثیر: ۱/۳۴۴(۱) وخازن نے اس مضمون کو احادیث کثیرہ اور آیت کریمہ:

﴿سَيَقُوْلُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِيْ كَانُوْا عَلَيْهَا﴾(الآية)(۲) کے تحت بیان فرمایا ہے۔

کتبہ العبد نظام الدین الاعظمی عفی عنہ، مفتی دارالعلوم دیوبند۔ ۵/۵/۱۳۸۸ھ۔ الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند، الجواب صحیح: محمود عفی عنہ۔ ۶/۵/۱۳۸۸ھ۔ (نظام الفتاویٰ، جلد پنجم، جزء اول: ۱۵۲-۱۵۳) ☆

قبلہ کی طرف پیر پھیلانا:

سوال: کیا قبلہ کی طرف پیر پھیلا کر لیٹنے میں بے ادبی ہے؟ گناہ ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً

بے ادبی، مکروہ ہے۔ (۳) (فتاویٰ محمودیہ: ۵/۴۴۲)

(۱) والمقصود أن التوجه إلى بيت المقدس بعد مقدمه صلى الله عليه وسلم المدينة واستمر الأمر على ذلك بضعة عشر شهراً وكان يكثر الدعاء والابتهال أن يوجه إلى الكعبة التي هي قبلة إبراهيم عليه السلام فأجيب إلى ذلك وأمر بالتوجه إلى البيت العتيق فخطب رسول الله عليه وسلم الناس فاعلمهم بذلك وكان أول صلاة صلاها إليها صلاة العصر. (تفسير ابن كثير من سورة البقرة: ۱۴۲-۱/۳۲۵، دار الكتب العلمية/تفسير الخازن لباب التأويل في معاني التنزيل من سورة البقرة: ۱/۸۶. انيس)

☆ **ہجرت سے پہلے بھی قبلہ ''بیت اللہ شریف'' تھا:**

سوال: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی میں مسجد حرام قبلہ رہا یا مسجد اقصیٰ؟

الجواب ــــــــــــــــ وبالله التوفيق

ہجرت سے قبل مکہ کی زندگی میں بھی قبلہ بیت اللہ شریف ہی تھا، بعد ہجرت کے صرف تقریباً سال ڈیڑھ سال کے لئے بیت المقدس ہوگیا تھا، پھر حسب سابق بیت اللہ شریف ہوگیا اور قیامت تک رہے گا۔ جو لوگ مکہ میں ہجرت سے قبل مسلمان ہوگئے تھے، وہ لوگ بیت اللہ شریف ہی کی جانب رخ کر کے نماز پڑھ رہے تھے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ العبد نظام الدین الاعظمی عفی عنہ، مفتی دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند۔ (نظام الفتاویٰ، جلد پنجم، جزء اول: ۱۵۴)

(۲) سورة البقرة: ۱۴۲. انيس

(۳) (ويكره) تحريمًا (استقبال القبلة بالفرج) ... كما كره (مد رجليه في نوم أوغيره إليها) أي عمدًا؛ لأنه إساءة أدب الخ". (الدر المختار)

قال ابن عابدين رحمه الله تعالى: "(قوله أي عمدًا): أي من غير عذرٍ، أما بالعذر أو السهو فلا، ط. ==

استقبال قبلہ شرط ہے، استقبال قبلہ کی نیت شرط نہیں:

(نیت استقبال قبلہ کی مختلف صورتوں کا تفصیلی جائزہ اوران کا حکم)

سوال: زید استقبال خانہ کعبہ کی نیت سے نماز شروع کرتا ہے، کیا اس کی نماز جائز ہوگی یا نہیں؟ علامہ شامی نے تذبذب میں ڈال دیا ہے، کیونکہ ان کی مندرجہ ذیل عبارت (۳۳۲/۱) سے راجح وصحیح، جواز معلوم ہوتا ہے۔

"أما على القول الراجح من أنه لايشترط نيتها فلايضره نية غيرها بعد وجود الاستقبال الذى هوالشرط الخ فما ذكره الشارح تبعًا للبحروالحلية صحيح". (١)

اوراس کے بعد دوسری عبارت جوشرح منیہ سے نقل فرمائی ہے کہ!

" أن نية القبلة وإن لم تشترط،لكن عدم نية الإعراض عنها شرط آه.وعليه فهومفرع على الراجح". (٢) سے معلوم ہوتا ہے کہ راجح قول عدم جواز کا ہے۔

لہٰذا براہ کرم محقق مفتی یہ جواب عنایت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب

بیشتر فقہا نے مسئلہ یہی لکھا ہے اوراسی کو ترجیح دی ہے کہ نماز میں استقبال قبلہ شرط ہے، لیکن استقبال قبلہ کی نیت ضروری نہیں، بغیر نیت استقبال ہو جائے گا، تب بھی نماز درست ہوگی۔ خود شارح منیہ نے بھی یہ مسئلہ ذکر کر کے اس کو صحیح قرار دیا ہے، وہ تحریر فرماتے ہیں:

وقال صاحب الهداية فى التجنيس:نية الكعبة ليست بشرط فى الصحيح من الجواب؛لأن استقبال القبلة شرط فلا يشترط فيه النية كالوضوء انتهٰى،وهذا لأن الشروط يراعى وجودها تبعًا لا وجودها قصدًا؛لأنها وسائل ليست بمقصودة بالذات. (الكبيرى شرح المنية)(٣)

البتہ آگے چل کر انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ اگرچہ استقبال قبلہ کی نیت شرط نہیں، لیکن **"عدم نية الإعراض عن القبلة"** شرط ہے، لہٰذا اگر کوئی شخص اعراض عن القبلہ کی نیت کرے گا، تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ علامہ شامی نے

== (قوله لأنه إساءة أدب)أفاد أن الكراهة تنزيهية ط،لكن قدمنا عن الرحمتى فى باب الاستنجاء أنه سيأتى أنه بمد الرجل إليها ترد شهادته.قال:وهذا يقتضى التحريم، فليحرر.(الدرالمختارمع رد المحتار،كتاب الصلاة،باب مكروهات الصلاة،مطلب فى أحكام المساجد: ٦٥٥/١،رشيدية)

(١-٢) رد المحتار: ٤٢٥/١،طبع سعيد،كتاب الصلاة،باب شروط الصلاة،قبيل مطلب إذا اجتمعت الإشارة والتسمية

(٣) غنية المستملى:٢١٨،طبع سهيل اكيڈمى لاهور

ان کا یہ قول محتمل طریقہ سے نقل فرمایا ہے، اس لئے تردد ہوتا ہے، لیکن علامہ ابراہیم حلبی شارح منیہ کی عبارتیں دیکھنے کے بعد ان کے قول کا جو منشا سمجھ میں آتا ہے، وہ یہ ہے کہ مسئلہ کی چند صورتیں ہیں۔

(۱) استقبال قبلہ بھی ہو اور اس کی نیت بھی ہو، یہ بالاتفاق صحیح اور درست ہے۔

(۲) استقبال قبلہ ہو اور نیت کچھ نہ ہو، اس صورت میں راجح قول کی بنا پر نماز درست ہے۔ **کما مر قول شارح المنیة عن صاحب الهداية وهو الذی اختاره فی تنویر الأبصار والدر المختار.**

(۳) استقبال قبلہ ہو اور نیت غیر قبلہ کی ہو، اس معنی میں کہ وہ کعبہ کی طرف رخ کرنے کی بجائے اور چیز کو قبلہ سمجھ کر اس کا رخ کرنا چاہتا ہو، یہ وہ صورت ہے جس میں شارح منیہ نے نماز کو فاسد کہا ہے۔

”کمن توجه إلی الرکن الیمانی ناویاً الصلاة إلٰی بیت المقدس فإن نیة القبلة وإن لم یشترط إلا أن عدم نیة الإعراض عنها شرط“. (الکبیری: ۲۲۲، طبع سهیل اکیڈمی لاهور) اس پر قیاس کر کے انہوں نے یہ مسئلہ بھی بیان فرمایا ہے کہ!

”وإن نوی المصلی یعنی وقت الشروع أن قبلته محراب مسجده لا تجوز صلاته لأنه علامة علٰی جهة القبلة“. (الحوالة السابقة)

اس سے واضح ہوتا ہے کہ فساد صلوٰۃ کی صورت یہ ہے کہ محراب کی طرف اس خیال سے رخ کرے کہ قبلہ یہی ہے۔ اس پر علامہ شامی نے اس صورت کو بھی قیاس فرمایا ہے کہ کوئی شخص بناء کعبہ کی نیت کرے، تو اس کا بھی حکم یہی ہوگا، لیکن مقیس علیہ پر غور کرنے سے معلوم ہوا کہ یہ اس وقت ہے جب وہ عرصۂ کعبہ سے صراحتاً اعراض کرنے کی نیت کرے اور محض بناء وجدران کو قبلہ سمجھے، جس کی علامت یہ ہے کہ اس کا خیال یہ ہو کہ اگر یہ پتھر اس مقام سے ہٹا کر کہیں اور رکھ دیئے جائیں تو وہی قبلہ ہوں گے اور انہی کا استقبال کیا جائے گا، تب اس کی نماز فاسد ہوگی، لیکن ظاہر ہے، ایسا خیال کرنا بہت بعید ہے۔

(۴) چوتھی صورت اس سے خود بخود نکل آئی اور وہ یہ کہ کوئی شخص کسی مسامت قبلہ چیز کے استقبال کی نیت کرے، نہ اس وجہ سے کہ وہ قبلہ ہے، بلکہ اس وجہ سے کہ وہ جہت قبلہ کی علامت ہے، تو اس صورت میں نماز ہو جائے گی مثلاً محراب کے استقبال کی نیت کرے، لیکن مقصد یہ نہ ہو کہ محراب قبلہ ہے، بلکہ یہ ہو کہ قبلہ کی علامت ہے۔ تو درحقیقت یہ استقبال محراب کی نیت نہیں ہوگی، بلکہ اس کو استقبال قبلہ کی نیت ہی کہا جائے گا، اس لئے نماز جائز ہوگی۔

کما یفیده قول المنیة: ”إن نوی المصلی أن قبلته محراب مسجده الخ وقوله لأنه علامة علٰی جهة القبلة الخ“. (غنية المستملی: ۲۲۳، طبع سهیل اکیڈیمی لاهور)

اسی طرح اگر کوئی شخص بناء کعبہ کی نیت کرے، لیکن اس لئے نہیں کہ وہ قبلہ ہے، بلکہ اس لئے کہ قبلہ کی علامت ہے، تو بلا شبہ اس کی نماز درست ہوگی۔ اس تفصیل سے واضح ہوگیا کہ اگر کوئی شخص نماز میں کعبہ کا رخ کرنے کی نیت کرے، تو اس کی نماز درست ہوگی؛ کیوں کہ اس نیت کا مفہوم عرفاً یہی ہے کہ مقصود استقبال قبلہ وکعبہ ہے اور خانہ کعبہ کو عرف میں لفظ کعبہ ہی کے لئے بولتے ہیں، نیز اگر اس سے بناء کعبہ کی دلیل یہ ہے کہ اگر بناء کے پتھر وہاں سے ہٹا کر کہیں اور رکھ دیئے جائیں؛ تو یہ مصلی ان کا استقبال نہیں کرے گا؛ لہذا اس کی نماز درست ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص ان پتھروں کو قبلہ سمجھے اور ان کے اپنی جگہ سے ازالہ کے بعد انہی کی طرف رخ کرنے کا قائل ہو تو اس کی نماز درست نہیں ہوگی۔

وهذا مما لا يتصور في مسلم. والله سبحانه وتعالىٰ أعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ۔ ۲۸/۲/۱۳۹۱ھ۔ والجواب صحیح: محمد عاشق الٰہی۔ (فتویٰ نمبر ۳۲۹-۲۲، الف) (فتاویٰ عثمانی: ۱/۴۱۰-۴۱۲)

بحث سمت قبلہ:

سوال (۱) خورجہ(۱) سے کعبہ کی عین سمت کیا ہے، آیا علم ہیئت اور علم ہندسہ شریعت میں قابل لحاظ ہے؟

(۲) کیا قطب کو بجانب یمین دیکھتے ہوئے قبلہ خورجہ سے عین مغرب کے سامنے ہے؟

(۳) کیا ذریعہ قطب مندرجہ بالا ایک عام اور کل اصول ہندوستان کیلئے ہے؟

(۴) خورجہ میں اگر اکثر مساجد مندرجہ بالا طریقہ پر یا کسی اور غلط طریقہ پر تعمیر ہوئی ہیں تو کیا دیگر جدید مساجد اس غلط طریقہ پر آئندہ بھی بنائی جائیں؟ اطلاعاً عرض خدمت ہے کہ چند مساجد مندرجہ ذیل طریقہ پر یعنی علم ہیئت اور علم ہندسہ کے مطابق بنی ہوئی ہیں۔ خورجہ علم ہیئت کے مطابق ۲۸/درجہ شمال عرض البلد پر واقع ہے اور مکہ معظّمہ ۲۱/درجہ ۴۰/لحہ عرض البلد پر واقع ہے۔ لہٰذا اس طریقہ پر تقریباً ۷/درجہ کا فرق ہے اور بریں اصول ۷/درجہ بجانب مغرب وجنوب نماز پڑھنی چاہئے، جیسا کہ چند علماء کرام نے اس پر فتویٰ دیا ہے۔

(۵) ہمیں عین قبلہ معلوم کرنا ضروری ہے یا محض جہت قبلہ کافی ہے؟

الجواب

(۱-۵) سمت قبلہ اور جہت قبلہ میں شرعاً بہت وسعت ہے اور یہ ضروری نہیں ہے کہ عین کعبہ کی طرف استقبال ہو؛ بلکہ جہت قبلہ کافی ہے اور اس میں بھی تھوڑے سے انحراف سے یعنی کسی قدر دائیں بائیں ہوجانے سے استقبال کعبہ میں خلل نہیں آتا۔ جیسا کہ درمختار میں ہے:

(۱) ہندوستان کے صوبہ یوپی میں واقع شہر کا نام ہے۔ انیس

"(ولغيره)أي غير معاينها(إصابة جهتها)بأن يبقى شيء من سطح الوجه مسامتًا للكعبة أو لهوائها،الخ". (۱)

اور شامی میں قہستانی سے منقول ہے:

"ولا بأس بالانحراف انحرافًا لاتزول به المقابلة بالكلية،بأن يبقى شيء من سطح الوجه مسامتًا للكعبة،آه...(إلٰى أن قال)...وسيأتي في المتن في مفسدات الصلات:أنها تفسد بتحويل صدره عن القبلة بغيرعذر،فعلم أن الانحراف اليسير لايضر،وهوالذي يبقى معه الوجه أوشيء من جوانبه مسامتًا لعين الكعبة أو لهوائها،بأن يخرج الخط من الوجه أومن بعض جوانبه ويمرعلى الكعبة أوهوائها مستقيمًا،ولا يلزم أن يكون الخط الخارج على استقامةٍ خارجًا من جبهة المصلي بل منها أومن جوانبها،الخ. (۲)

الحاصل جبکہ یہ امر محقق ہوا کہ انحراف یسیر سے استقبال کعبہ میں فرق نہیں آتا،تو اس سے واضح ہے کہ قطب شمالی کو جانب شمال رکھ کر نماز پڑھنے میں استقبال کعبہ حاصل ہوجاتا ہے۔اور مساجد جو اس طریق سے بنی ہوئی ہیں وہ صحیح رُخ پر ہیں،اس میں زیادہ کنج وکاؤ کی ضرورت نہیں ہے؛ کیونکہ آلات سمت قبلہ کے دریافت کرنے کے لئے مہیا ومیسر نہیں ہیں۔اور پھر وہ بھی ظنی ہیں اور عام لوگوں کو اس کی تکلیف دینا دشوار ہے اور مساجد قدیمہ خود اس بارہ میں حجۃ صحیحہ ہیں اور تغیر کرنا ان میں تھوڑے سے انحراف مظنون کی وجہ سے مناسب نہیں ہے اور قطب شمالی کو حجت سمجھنا اس بارہ میں اکابر علما کا دلیل واضح اس کے صحت کی ہے۔فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲/۱۴۵-۱۴۶)

مسئلہ سمتِ قبلہ:

سوال: سوال یہ ہے کہ کلکتہ، پٹنہ، گیا اور الہ آباد سے مکہ معظّمہ پچھّم دکن کی طرف ہے،اس لئے خیال ہوتا ہے کہ نماز پڑھنے میں قبلہ کی طرف رُخ کرنے کی یہ صورت ہوگی کہ ذرا سا دکن مُڑتے ہوئے پچھّم کے رُخ کھڑے ہوں،مگر ایک عالم صاحب ہیئت دان یہ فرماتے ہیں کہ ان شہروں میں پچھّم سے ذرا اُتر کی طرف مڑتے ہوئے کھڑے ہونے سے مصلّی قبلہ رُخ ہوگا، یہ فرمانا اُن کا صحیح ہے یا نہیں؟

اور نماز میں ان مذکورہ جگہوں میں کس طرف کھڑا ہونا چاہئے، یا ٹھیک پچھّم کی طرف؟ بینوا توجروا۔

---

(۱) الدرالمختار علٰی صدر رد المحتار،باب شروط الصلاة،مبحث في استقبال القبلة:۱/ ۳۹۷،ظفير

(۲) رد المحتار،باب شروط الصلاة،مبحث في استقبال القبلة:۱/۳۹۹،ظفير

الجواب

فی الدر: وهو فی القریٰ والأمصار محاریب الصحابة والتابعین. (الدر المختار)

وقال الشامی تحته: فلا یجوز التحری معها. زیلعی. بل علینا اتباعهم. خانیة. ولا یعتمد علیٰ قول الفلکی العالم البصیر الثقة إن فیها انحرافًا خلافا للشافعیة فی جمیع ذلک کما بسطه فی الفتاوی الخیریة، الخ.

وقال الشامی أیضًا بعده قلیلاً: والظاهر أن الخلاف فی عدم اعتبارها (أی النجوم) إنما هو عند وجود المحاریب القدیمة، إذ لا یجوز التحری معها کما قدمناه؛ لئلا یلزم تخطئة السلف الصالح وجماهیر المسلمین، بخلاف ما إذا کان فی المفازة، الخ. (۱/۴۴۷)(۱)

اس سے معلوم ہوا کہ جمہور مسلمین نے جس سمت پر مساجد بنائی ہیں، ان کو غلط نہ کہنا چاہئے، پس تدقیقات مذکورہ فی السوال سے احتراز لازم ہے، اور اگر کوئی شخص اپنے قواعد کو صحیح گمان کر کے تھوڑا بہت تفاوت مساجد عامہ میں ثابت بھی کردے، تو اس سے سمت کا غلط ہونا لازم نہیں آتا، جیسا کہ قول در: **(ولغیره) أی لغیر معاینها (إصابة جهتها)** کے تحت شامی کے ملاحظہ کرنے سے بخوبی معلوم ہوسکتا ہے اور دور والوں کو سوائے جہت کے اور کیا معلوم ہوسکتا ہے، عین کعبہ کی طرف متوجہ ہونے کے واسطے ہمارے پاس کیا ذریعہ ہے۔ واللہ اعلم

کتبہ الاحقر عبدالکریم عفی عنہ۔ الجواب صحیح: ظفر احمد عفا عنہ۔ ۷/رجب ۱۳۴۵ھ۔ (امداد الاحکام: ۲/۹۹-۱۰۰)

سمت قبلہ کی بحث:

(۱) کیا ایک مسافر مہمان یا سیاح کے لئے جائز ہے کہ بلا دعوت کسی تعمیر شدہ مسجد یا کسی مسلمان کے گھر میں قطب نما (قبلہ نما) کو حجت بنا کر قبلہ کی سمت کی تصحیح کرے۔

(۲) کسی مقام اور کعبے کے درمیان جس رخ سے فاصلہ قریب ترین ہو اسی سمت قبلہ ہوگا عام طور سے یہ تسلیم کیا جاتا ہے مگر آج جو آدمی ایک مقام پر مسجد تعمیر کر رہے ہیں اور اصول پر یعنی قریب ترین فاصلے کی طرف قبلہ مقرر کر کے محراب بنادیں، اگر آج سے بیس سال بعد کچھ نئے آلات سے یہ دریافت کیا جائے کہ ایک اور سمت سے جو کہ پہلے سے برعکس تو نہیں، لیکن اگر پہلی مغرب تھی تو یہ مشرق نہیں بلکہ مغربی جنوب ہے مسجد کا کعبہ سے فاصلہ قریب ترین ہے کیا، اس صورت میں سابقہ محراب اور رخ قائم رکھا جائے یا تبدیل کر دیا جائے؟

(ابراہیم ہمدانی۔ کیلی فورنیا۔ یو، ایس، اے)

---

(۱) ردالمحتار، باب شروط الصلاة، مبحث فی استقبال القبلة، انیس

الجواب ــــــــــــــــــــــــــ و باللّٰہ التوفیق

(۱) ایسی صورت میں اس کو خود وہاں کے ذمہ داروں سے مشورہ کئے بغیر کوئی تغیر وتبدیلی کر ڈالنا درست نہیں، بلکہ اس شخص پر لازم ہے کہ پہلے یہ دیکھ لے کہ مسجد کا انحراف کتنا ہے، صرف اتنا انحراف ہو جس سے مواجہۃ فی الجملہ بھی حاصل ہو جاتی ہے جب تو سکوت کرے۔ ہاں اگر اتنا زیادہ انحراف ہے جس سے مواجہت مسجد حرام فی الجملہ بھی حاصل نہیں ہے، تو اس مسجد کے ذمہ داروں اور سمجھ دار مصلیوں سے ذکر کرے، پھر ان کے مشورے سے وہاں کے معتمد علما سے فتویٰ لے کر اس کے مطابق جس تبدل وتغیر کی ضرورت ہو اتفاق واتحاد سے کرے، خود رائی ہرگز نہ کرے، اسی طرح اگر کسی مسلمان نے اپنے گھر میں نماز پڑھنے کے لئے کوئی جگہ متعین کر رکھی ہے اور اس کا قبلہ منحرف پائے، تو اس میں بھی یہی مذکورہ بالا تفصیل ہے، صرف فرق اتنا ہے کہ اس صورت میں عام نمازیوں سے یا عام مسلمانوں سے مشورہ کی حاجت نہیں، بلکہ اس گھر کے ذمہ داروں سے مشورہ لے کر استفتا کرے، پھر اس فتویٰ کے مطابق اتحاد واتفاق کے ساتھ جو کرنا ہو کرے، ہاں مسجد کے علاوہ کسی اور جگہ خود اپنی نماز پڑھنی ہو اور وہاں کوئی صحیح قبلہ رخ بتانے والا نظر نہ آئے تو فقط اپنی تحری اور اس تحری کی قطب نما وغیرہ کے مطابقت کے بعد نماز پڑھ لینا کافی اور جائز ہوگا۔(۱)

مواجہت فی الجملہ کا مفہوم۔ جواب:۲، کا ضمنی نمبر ''ب'' کے اندر آگے آرہا ہے۔

(۲) جناب نے جو کچھ لکھا اور سمجھا ہے، تقریباً صحیح سمجھا اور لکھا ہے جواب نمبر ا کے اندر درج کی ہوئی تفصیل و قیود وشرائط کے مطابق اتحاد واتفاق کے ساتھ تبدل وتغیر کر دیا جائے گا، اس کی نظیر مسجد ذو قبلتین موجود ہے، البتہ خود رائی وغیرہ کرنا کسی کے لئے بھی جائز نہ ہوگا۔(۲)

---

(۱) ''وإن اشتبهت عليه القبلة وليس بحضرته من يسأله عنها اجتهد وصلى كذا في الهداية''. (الفتاوىٰ الهندية: ٦٤/١، الفصل الثالث في استقبال القبلة)

(۲) اس لئے کہ جہت کعبہ کی طرف رخ کرنا نماز کے لئے شرط ہے۔

لقوله تعالىٰ: ﴿فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهُ﴾. (سورة البقرة: ١٥٠)

نیز تحویل قبلہ سے متعلق حدیث کے اخیر میں ہے:

''فصلى رجل معه العصر ثم مر على قوم من الأنصار وهم ركوع في صلاة العصر نحو بيت المقدس، فقال: هو يشهد أنه صلى مع رسول الله صلى الله عليه وسلم وأنه قد وجه إلى الكعبة، قال فانحرفوا وهم ركوع''. (سنن الترمذي، أبواب الصلاة، باب ما جاء في ابتداء القبلة، رقم الحديث: ٣٤٠، مرتب) عن عن البراء بن عازب/شرح السنة للبغوي، با تحويل القبلة من بيت المقدس إلى الكعبة (ح: ٤٤٤)/انيس)

تمام حوالجات کے ساتھ مدلل ومکمل جواب تفصیل سے لکھنے کے لئے ایک رسالہ درکار ہے، اور اس کی گنجائش ان اوراق استفتا میں نہیں ہے، اس لئے مختصر مگر اس انداز سے لکھ دیا جاتا ہے کہ آسانی سے پوری بات سمجھ میں آ جائے۔ اس کے لئے پہلے چند باتوں کا بطور تمہید ذکر کر دینا ضروری ہے۔

(الف) مسئلہ شرعی یہ ہے کہ جب تک کعبۃ اللہ شاہد اور نگاہوں کے سامنے ہو، تو عین کعبہ کا استقبال ضروری ہوتا ہے اور جب عین کعبہ مشاہد نہ ہو، لیکن مسجد حرام مشاہد ہو، تو مسجد حرام کا استقبال ضروری ہوتا ہے، (۱) اور جب مسجد الحرام بھی مشاہد اور نگاہوں کے سامنے نہ ہو، تو مسجد حرام کی سمت کا رخ کرنا اور مواجہت کر لینا اور وہ بھی مواجہت فی الجملہ کر لینا کافی ہو جاتا ہے، حتی کہ اگر صحیح سمت کا پتہ کسی وجہ سے نہ چلے اور نہ کوئی صحیح بتانے والا ملے تو ستاروں وغیرہ سے اندازہ لگا کر اور تحری کر کے یا آلات وغیرہ سے مدد لے کر اور تحری کر کے، جس رخ وسمت پر دل قرار پائے، اس رخ پر تحریمہ باندھ کر نماز پڑھ لے، کیونکہ ان سب صورتوں پر مواجہت فی الجملہ حاصل ہو جاتی ہے۔

﴿وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ﴾ (۲) جو اصلی حکم ہے؛ اس پر عمل ہو جاتا ہے اور یہ سب احکام تقریباً مذہب کی تمام ہی کتابوں میں درج ہیں جو معتبر ہیں۔ (۳)

(ب) کعبہ شریف کی لمبائی چوڑائی صرف ۲۸x۲۲ کے لگ بھگ ہے اور مسجد قباء ومسجد نبوی کی لمبائی چوڑائی یقیناً اس سے (۲۸x۲۲) سے زیادہ ہے۔ نیز مسجد نبوی کے دائیں بائیں مدینہ طیبہ کی دیگر مساجد جو دور رسالت میں تعمیر ہوئیں۔ ان سب میں بھی تمام مقتدی ایک ہی خط پر صف بستہ کھڑے ہوتے تھے ظاہر ہے کہ ان میں صرف بعض ہی مقتدی سے اس خط پر عین کعبہ کی مواجہت کا امکان ہے اور باقی تمام مقتدیوں میں عین کعبہ کی مواجہت متصور نہیں ہو سکتی، اس کے باوجود سب کے حق میں مواجہت کعبہ تسلیم کی گئی یہ عمل مواجہت قبلہ فی الجملہ کافی ہونے پر کھلی دلیل ہے۔

(ج) پھر دور صحابہ وتابعین میں بہت دور دراز مقامات تک صحابہ وتابعین پہنچے، مثلاً فارس وروم بلکہ افریقہ کے بڑے بڑے جنگلات کے آگے پہنچ گئے اور تقریباً ہر جگہ مسجدیں بنائیں اور بربر کے علاقہ کی صرف ایک مسجد کے سوا

---

(۱) وفي التجنيس: من كان بمعاينة الكعبة فالشرط إصابة عينها، ومن لم يكن بمعاينتها فالشرط إصابة جهتها وهو المختار. (البحر الرائق: ١/٤٩٥)

(۲) سورة البقرة: ١١٥۔

(۳) من كان خارجًا عن مكة فقبلته جهة الكعبة وهو قول عامة المشائخ هو الصحيح هكذا في التبيين، وجهة الكعبة تعرف بالدليل، والدليل في الأمصار والقرى المحاريب التي نصبها الصحابة والتابعون، فعلينا اتباعهم فإن لم تكن فالسؤال من أهل ذلك الموضع، وأما في البحار والمفاوز فدليل القبلة النجوم، هكذا في فتاویٰ قاضی خان. (الفتاوى الهندية: ١/٦٣)

جس کی جہت کعبہ غیبی آواز پر عین کعبہ کے رخ پر بنائی باقی سب مسجدیں یا تو اپنے سامنے والی آبادی کی مسجدیں جس رخ وسمت پر بنی تھیں اسی رخ وسمت پر بنائیں یا پھر جہاں بڑے بڑے ریگستان یا غیر آباد جنگلات یا سمندر و پہاڑ حائل ہوئے وہاں محض ستاروں کے انداز پر تخمینہ وتحری کر کے یا اس دور کے آلات وحسابات کے اصول پر سمت قبلہ متعین کر کے بنائیں، بلکہ ایک مسجد جس خط پر بنائی اس کے دائیں بائیں سوسو پچاس پچاس میل کے فاصلے پر بھی اسی خط پر سمت قبلہ تسلیم کر کے اور مسجدیں بھی بنائیں یہ بھی کھلی دلیل ہے کہ صرف مواجہت قبلہ فی الجملہ شرعاً مطلوب ہے۔

(د) مواجہۃ فی الجملہ کا مفہوم۔ لفظ مواجہہ وجہ (چہرہ) سے ماخوذ ہے، پیشانی کے اوپر آگے بال کی جڑ سے تھوڑی کے نیچے تک کا اور دونوں کانوں کے قریب تک کا حصہ ہے یہ حصہ دائرہ نما ہوتا ہے جس میں بیچ میں ابھار اور ہر طرف ڈھلاؤ اور نیچا ہوتا ہے اور اس کی صورت مثلا یہ ہوگی اگر اس طرح کھڑا ہوا جائے کہ اس دائرۂ وجہ کے کسی بھی حصہ سے اگر کوئی خط مستقیم آگے کو نکلے اور وہ سیدھا مسجد حرام کے کسی بھی حصہ تک یا بیت اللہ کے اوپر جو عرش معلیٰ تک ہے اس کے کسی حصہ تک پہنچ جائے تو مواجہت فی الجملہ حاصل ہو جائے گی اور ﴿وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ (۱) کا مفہوم صادق آکر نماز کی ادائیگی صحیح ہو جائے گی اور یہی مواجہۃ فی الجملہ شرعاً مطلوب ہے اور یہی مواجہۃ فی الجملۃ جس مسجد میں حاصل ہو جائے گی؛ اس مسجد کا قبلہ صحیح متصور ہوگا اور اس کا بدلنا اور متغیر کرنا ضروری نہیں ہوگا۔(۲)

(ھ) زمین مع پانی کے کروی ہے اور اس میں ایک جگہ کعبہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے تمام عالم کا قبلہ ومرکز قرار دیا ہے اور قبلہ سے مراد کعبہ کی یہ عمارت نہیں ہے بلکہ وہ حصہ ہے جس پر یہ عمارت ہے وہ حصہ اور اس کے مقابل جتنا حصہ تحت الثریٰ تک ہے وہ اور پھر اس کے مقابل جتنی فضا عرشِ معلیٰ تک ہے، وہ سب قبلہ گاہ عالم اور تجلی باری تعالیٰ کا خصوصی مورد ہے، اسی کی طرف سارے عالم کا رخ پھیر دیا ہے اور یہ عمارت اس پر نشانی وعلامت ہے اور اس کے ساتھ ملصق ہے اس لئے یہ بھی محترم اور واجب الاحترام ہے اور کعبہ کو کعبہ اس لئے کہتے ہیں کہ سب سے پہلے اسی حصہ زمین کو پانی کے اوپر ظاہر کیا اور ابھارا، پھر اس کے بعد اللہ نے اپنی قدرت وحکمت سے جتنا چاہا پھیلایا اور بڑھایا، پھر اسی طرح جہاں جہاں اور جتنا حصہ زمین کا چاہا پانی کے اوپر ابھارا اور پھیلایا۔

"كما أشار إليه قوله تعالىٰ: ﴿إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِىْ بِبَكَّةَ مُبَارَكًا﴾ (۳)

---

(۱) سورة البقرة:۱٤۹۔

(۲) لأن وجه الإنسان مقوس،فمهما تأخريميناً أويساراً عن عين الكعبة يبقى شيء من جوانب وجهه مقابلا لها. (تفصیل کے لئے دیکھئے:رد المحتارعلى الدرالمختار:۱۰۹/۲-۱۱۰. كتاب الصلاة،باب شروط الصلاة،مبحث في استقبال القبلة.انيس)

(۳) سورة آل عمران:۹٦۔

غرض اللہ نے اسی حصہ کو تمام عالم کا قبلہ قرار دیکر تمام جنات وانسان کو اسی کی جانب رخ کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا آیت کریمہ:

﴿وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ﴾(۱) میں دیا ہے اور﴿فَوَلِّ وَجْهَكَ﴾ اور ﴿فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ﴾ میں مواجہت فی الجملہ مراد لیا ہے۔(۲)

جیسا کہ احادیث صحاح سے بھی معلوم ہوتا ہے اور تعامل صحابہ سے اس کی وضاحت ہوتی ہے۔اور مزید وضاحت ذیل کے نقشے سے ہوگی۔

(و)　زمین کے کروی ہونے کی وجہ سے کعبہ شریف سے خط مستقیم پورب جانب کو سطح ارض وسمندر پر چلے گا؛ وہ جتنا پورب بڑھتا جائے گا کروی ہوتا جائے گا، اسی طرح کعبہ شریف سے جو خط مستقیم سطح ارض وسمندر پر پچھم جانب کو چلے گا؛ وہ بھی کروی ہوتا جائے گا، یہاں تک کہ یہ دونوں خط (خط غربی وشرقی) نصف دائرہ کے ایک نقطہ پر آپس میں مل کر ایک مکمل دائرہ بنادیں گے۔

اسی طرح کعبہ شریف سے جو خط مستقیم اتر کی جانب سطح ارض وسمندر پر چلے گا، وہ بھی کروی ہوتا جائے گا اور جو خط مستقیم کعبہ شریف سے دکھن کی جانب سطح ارض وسمندر پر چلے گا وہ بھی کروی ہوتا جائے گا، یہاں تک کہ یہ دونوں (جنوبی وشمالی) بھی نصف دائرہ کے ایک نقطہ پر آپس میں مل کر دائرہ بنادیں گے اور یہ نقطہ بعینہ وہی نقطہ ہوگا جو خط غربی وشرقی کو آپس میں ملا کر ایک مکمل دائرہ بنا چکا ہے، پس اس نقطہ پر چاروں سمت (پچھم، پورب، اتر، دکھن) سے کعبہ شریف کا فاصلہ برابر ہوگا اور اس نقطہ پر جو شخص اس پر نماز پڑھ سکتا ہو، تو وہ جس طرف چاہے رخ کر کے نماز پڑھ لے مواجہۃ فی الجملہ حاصل ہو کر اس کی نماز صحیح ادا ہو جائے گی۔

البتہ اس جگہ سے ذرا ہٹ جانے پر یہ حکم نہ رہے گا۔ مثلاً اس جگہ سے اگر خط غربی کی طرف ہٹے گا، تو اس کو پورب

== 　وبكة لغة فى مكة عند الأكثرين،...وقيل بكة موضع المسجد ومكة البلد بأسرها وأصلها من البك بمعنى الزحم...وذهب أكثر أهل الأخبار أن الأرض دحيت من تحته.(تفسير روح المعانى:۸/۳-۹)

(۱)　سورة البقرة: ۱۵۰-

نیز "وَلِكُلٍّ وِجْهَةٌ" کی تفسیر میں مذکور ہے:

أى لكل قوم من المسلمين جهة وجانب من الكعبة يصلى إليها جنوبية أوشمالية أوشرقية أوغربية.(تفسير روح المعانى، تفسير الجزء الثانى: ۲۱)

(۲)　أى ليس المراد بالقبلة الكعبة التى هى البناء المرتفع على الأرض،ولذا لونقل البناء إلى موضع آخروصلى إليه لم يجز،بل تجب الصلاة إلى أرضها ، كما فى الفتاوى الصوفية عن الجامع الصغير. (رد المحتارعلى الدرالمختار: ۱۱٤/۲، كتاب الصلاة،باب شروط الصلاة،مبحث فى استقبال القبلة،قبيل مطلب كرامات الأولياء ثابتة)

رخ نماز پڑھنا لازم ہو جائے گا، اب اگر وہاں کوئی مسجد کسی وجہ سے پچھم رخ پر بنی ہوگی، تو اس کا قبلہ بدل کر پورب رخ بنا لینا لازم ہو جائے گا؛ کیوں کہ پچھم رخ میں مواجہت فی الجملہ بھی حاصل نہ ہوگی اور دیدہ و دانستہ پچھم ہی رخ نماز پڑھے گا، تو نماز نہ ہوگی اسی طرح اس جگہ سے اگر خط شرقی کی طرف ہٹے گا تو اس کو پچھم رخ پر نماز پڑھنا لازم ہوگا، اب اگر وہاں کوئی مسجد کسی وجہ سے پورب رخ بنی ہوئی ہو تو اس کا قبلہ بدلکر پچھم رخ کر لینا ضروری ہوگا کیونکہ پورب رخ میں مواجہۃ فی الجملہ بھی حاصل نہ ہوگی اور نماز نہ ہوگی۔(۱)

اسی طرح اس نصف دائرہ کے مرکزی نقطہ سے اگر اتر ہٹے گا؛ تو اس کو دکھن رخ قبلہ بنانا واجب ہوگا اور اگر دکھن سے ہٹے گا؛ تو اتر رخ قبلہ بنانا ضروری ہو جائے گا۔ اور خلاف ورزی کرنے میں نماز نہ ہوگی اسی طرح جو مسجدیں یا جو لوگ ان دونوں دائروں کے درمیان واقع ہوں گے انکو بھی مواجہۃ قبلہ فی الجملہ حاصل کرنے میں انہی ضمنی نمبروں میں ذکر کئے ہوئے احکام کے مطابق عمل کرنا لازم ہوگا، یعنی اس طرح نماز پڑھنا ہوگا یا مسجد بنانا ہوگا کہ جتنے خط مستقیم وجہ مصلی سے نکل کر سمت قبلہ کی طرف چلیں ان میں سے کم از کم ایک خط مستقیم سیدھا مسجد حرام کے کسی حصہ تک یا بیت اللہ کے اوپر عرش معلّٰی تک بیت اللہ کے محاذی جو فضا ہے، اس کے کسی حصے تک پہنچ جائے اور یہی مفہوم ہے سوال کے اس جملہ کا (کہ کسی مقام اور کعبہ کے درمیان جس رخ سے فاصلہ قریب ترین ہو اسی سمت قبلہ ہوگا) کیونکہ اس خط مستقیم پر اس مقام اور کعبہ کے درمیان کا فاصلہ کمتر ہوگا اور بیت اللہ قریب تر ہوگا۔

(ز) کعبہ کی عمارت جس بقعہ پر واقع ہے، اس بقعہ کو جب اللہ تعالیٰ نے پانی کے اوپر تمام زمین ابھارنے سے پہلے ابھارا اور نمودار کیا اور اس کو مرکز عالم بنایا، پھر حصۂ بقعہ کو اور اس کے محاذی حصے کو تحت الثریٰ تک اور اس بقعہ سے اوپر اس بقعہ کے محاذی فضا کا حصہ عرش معلّٰی تک اپنی خصوصی توجہ کا مورد بنا کر اس کو معظم و محترم بنایا اور تمام عالم کا قبلہ قرار دے دیا اور ﴿وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَأَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ﴾ (۲) کا اصل حکم موجود ہوتے ہوئے؛ (جس کا ثمرہ اب بھی تحری قبلہ وغیرہ کے موقع پر ظاہر ہوتا ہے)، اس کے بجائے صرف اسی قبلہ عالم کی جانب

(۱) یعنی ہندوستان وغیرہ کے لوگوں کے لیے۔ انیس

(۲) سورۃ البقرۃ: ۱۱۵۔

نیز درمختار میں ہے: "(والمعتبر) في القبلة (العرصة لا البناء) فهي من الأرض السابعة إلى العرش".

اس کے تحت علامہ شامی لکھتے ہیں:

"ليس المراد بالقبلة الكعبة التي هي البناء المرتفع على الأرض، ولذا لو نقل البناء إلى موضع آخر وصلى إليه لم يجز، بل تجب الصلاة إلى أرضها". (رد المحتار على الدر المختار: ۲/۱۱٤، مرتب، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، مبحث في استقبال القبلة، قبيل مطلب كرامات الأولياء ثابتة. انيس)

تمام انسانوں اور جناتوں کو نماز پڑھنے کا حکم دے دیا، تا کہ اس تجلی گاہ عالم کی عظمت اور احترام ہمیشہ باقی اور محفوظ رہے، نیز اس لئے کہ مصلی کی یہ ایک رنگی اور وحدت اشارہ کرے گی وحدت عقیدہ پر اور وحدت عقیدہ دلیل ہوگی وحدتِ ذات پر اور اس کی توحید پر اور یہ عین محمود ومطلوب ہے، ان سب باتوں کا تقاضہ تو یہ تھا کہ ہر نماز میں اور ہر جگہ عین کعبہ کی مواجہۃ فرض ہوتی، مگر ہر جگہ سے عین کعبہ کی مواجہۃ متعذر اور دشوار ہی نہیں، بلکہ بسا اوقات انسانی قابو سے باہر تھی، اس لئے اللہ نے اپنے قانون ﴿لاَ یُکَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾ (۱) اور "الدین یسر" (۲) کے مطابق ہر جگہ و ہر مقام سے عین کعبہ کی مواجہت فرض نہیں رکھا، بلکہ محض کعبہ کے مشاہد ہونے تک محدود رکھا اور کعبہ کے غیر مشاہد ہونے کی صورت میں صرف مواجہۃ فی الجملہ کی فرضیت قائم فرمادی، تا کہ یک رنگی عمل بھی باقی رہے اور احترام و اعزاز بقعہ مبارکہ بھی محفوظ وحاصل رہے۔

اتنا سمجھ لینے کے بعد اصل سوال کا جواب خود بخود نکل آیا جس کا خلاصہ یہ ہے۔

خلاصۂ جواب: کسی خطہ ومقام پر جب کوئی نئی مسجد تعمیر کرنا ہو، تو پہلے یہ دیکھیں کہ اس خطہ کے قدیم مساجد کا رخ کیا ہے، اگر ان کے رخ سے مواجہۃ فی الجملہ حاصل ہوتی ہے، اس سے اختلاف مذموم اور مخالفت نا درست ہوگی، بلکہ انہی مساجد کے رخ کے رخ پر اس نئی مسجد کا قبلہ ومحراب رکھیں، یہیں سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ کسی قدیم مسجد کا قبلہ نئے آلات سے دریافت کے بعد بالکل برعکس ومتضاد تو نہیں ہے، بلکہ محض دائیں بائیں (شمالاً یا جنوباً) کچھ منحرف ہے، تو یہ دیکھ لیں کہ اگر اس انحراف کے باوجود مواجہۃ القبلہ فی الجملہ حاصل ہے جب تو کوئی تبدل وتغیر اس کے محراب وقبلہ میں نہ کریں کیونکہ اس صورت میں عمل کی یک رنگی محفوظ نہ رہے گی اور یک رنگی حد شرع میں رہتے ہوئے قائم رکھنا عند اللہ مطلوب ومحدود ہے، اور مقصود ہے۔ (۳)

ہاں اگر انحراف اتنا زیادہ ہو کہ مواجہۃ فی الجملہ بھی باقی نہ رہے، تو اس کی اصلاح کرنا اور محراب وقبلہ بدل کر مذکورہ طریقہ پر صحیح رخ پر قائم کردینا ضروری ہوجائے گا، دور دراز مقامات پر مواجہۃ قبلہ فی الجملہ معلوم کرنے کا ایک طریقہ

(۱) سورة البقرة: ۲۸٦۔

(۲) عن أبي هريرة. رضي الله عنه. عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "إن الدين يسرولن يشاد الدين أحد إلا غلبه، فسددوا وقاربوا وبشروا واستعينوا بالغدو ة والروحة و شيء من الدلجة". (صحيح البخاري مع فتح الباري: ۹۳/۱، رقم الحديث: ۳۹)

(۳) أي شرطه اللّٰه تعالىٰ لاختبار المكلفين، لأن فطرة المكلف المعتقد استحالة الجهة عليه تعالىٰ تقتضي عدم التوجه في الصلاة إلىٰ جهة مخصوصة فأمرهم علىٰ خلاف ما تقتضيه فطرتهم اختبارًا لهم هل يطيعون أولا كما في البحر، ح. (ردالمحتار على الدر المختار: ۱۰۸/۲) كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، أول مبحث في استقبال القبلة. انيس)

کتابوں میں یہ بھی لکھا ہے کہ کمپاس وغیرہ کسی آلہ کے ذریعہ سے عین کعبہ کی مواجہت معلوم کرنے کے بعد یہ دیکھا جائے کہ جس خطہ میں جس خط پر نماز پڑھی جارہی ہے، اس خط کے کسی حصہ پر عین کعبہ سے اگر ایک خط مستقیم آکر زاویتین قائمتین بنادیتا ہے، تو اس پورے خطہ کا مواجہۃ قبلہ فی الجملہ حاصل ہونا تسلیم کرلیا جائے گا اور اس کی صورت مثلاً یہ ہوگی:

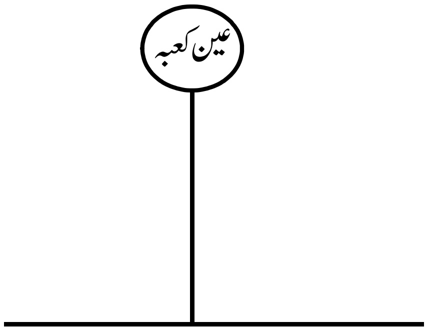

زاویتین قائمتین

(خط مستقیم جس پر لوگ نماز پڑھتے ہیں یہ ہے اور اس پر سب مصلیٰ کو مواجہۃ قبلہ فی الجملہ حاصل ہوگی)

اور یہ ضابطہ کعبہ شریف کے ہر چہار سمت میں یکساں و بےخطر جاری ہوگا وہ خط مستقیم جس کے کسی حصہ پر عین کعبہ سے خط مستقیم آکر زاویتین قائمتین پیدا کرتا ہے کعبہ مکرمہ سے جتنا دور ہوگا اتنا ہی زیادہ طویل ہوگا اور جتنا قریب ہوگا اسی قدر چھوٹا ہوگا، اسی طرح جو ممالک و جزائر کعبہ شریف سے بہت ہی دور واقع ہیں ان ممالک میں مواجہۃ قبلہ فی الجملہ معلوم کرنے کے لئے فقہائے کرام نے کچھ اور ضابطے بھی لکھے ہیں، مثلاً جو ممالک کعبہ شریف سے پورب بہت دور واقع ہیں جیسے ہندوستان اور اس کے پورب منتہائے نصف دائرہ تک تمام ممالک خواہ وہ نصف دائرہ امریکہ میں واقع ہو، ان کے لئے یہ دو ضابطے بھی مواجہۃ قبلہ معلوم کرنے کے ہوسکتے ہیں۔

ضابطہ (۱)　　یہ کہ مسجد پچھّم رخ ہو اور قبلہ کی دیوار اس خط مستقیم پر واقع ہو جو قطب شمالی سے نکل کر قطب جنوبی پر جاتا ہے؛ یا قطب جنوبی سے نکل کر سیدھا قطب شمالی پر جاتا ہو، بعینہ یہی ضابطہ دور دراز کے اور ممالک کے لئے بھی ہوسکتا ہے؛ جو کعبہ شریف سے پچھّم جانب واقع ہوں جیسے الجیریا وغیرہ اور اس کے پچھّم منتہائے نصف دائرہ تک تمام ممالک خواہ وہ نصف دائرہ امریکہ میں کیوں نہ واقع ہو اور مسجد پورب رخ واقع ہو تو جس مسجد کی قبلہ کی دیوار اس خط مستقیم پر واقع ہوگی، جو قطب شمالی سے نکل کر سیدھا قطب جنوب پر پہنچتا ہے، یا بالعکس قطب جنوبی سے نکل کر سیدھا قطب شمالی پر پہنچتا ہے۔

ضابطہ (۲) جو ممالک کعبہ شریف سے پورب بہت زیادہ دوری پر واقع ہیں ان کی مسجد پچھّم رخ ہو اور قبلہ کی دیوار بین المغربین واقع ہو یعنی سب سے بڑے دن میں جس نقطے پر آفتاب غروب ہوتا ہو اس نقطے کے اور سب سے چھوٹے دن میں جس نقطہ پر آفتاب غروب ہو؛ اس نقطہ کے درمیان بغیر کسی انحراف کے قبلہ کی دیوار واقع ہو تو مواجہت قبلہ فی الجملہ حاصل تسلیم ہوگی۔

آفتاب غروب ہونے کے انہیں دونوں نقطوں کو فقہا مغربین کہتے ہیں، بعینہ یہی ضابطہ دور دراز کے ان ممالک و جزائر کے لئے بھی ہوسکتا ہے جو کعبہ شریف سے پچھّم واقع ہوں، جیسے الجیریا وغیرہ اور اس کے پچھّم منتہائے نصف دائر تک کہ تمام ممالک خواہ نصف دائرہ امریکہ پر کیوں نہ واقع ہو اور مسجد پورب رخ ہو صرف فرق یہ ہوگا کہ مسجد کی قبلہ کی دیوار بین المغربین واقع ہونے کے بجائے بین المشرقین واقع ہو؛ یعنی سب سے بڑے دن میں جس نقطہ پر آفتاب طلوع ہوتا ہے؛ اس نقطے کے اور سب سے چھوٹے دن میں آفتاب جس نقطہ پر طلوع ہوتا ہے؛ اس نقطہ کے درمیان واقع ہو تو مواجہۃ قبلہ فی الجملہ حاصل ہو جائے گی۔

فقہائے کرام آفتاب طلوع ہونے کے ان دونوں نقطوں کو مشرقین سے تعبیر کرتے ہیں۔ جو لوگ کعبہ شریف سے دکھن جانب واقع ہیں؛ وہ لوگ قطب شمالی سے یا اور ستاروں سے اندازہ لگا کر مواجہۃ قبلہ فی الجملہ کا پتہ لگا سکتے ہیں اور جب کعبہ سے اتنے دور دراز فاصلہ پر واقع ہوں؛ جہاں سے قطب شمالی نیچے پڑ جانے کی وجہ سے نظر نہیں آئے تو وہاں قطب جنوبی سے اندازہ لگا سکتے ہیں، یا کمپاس وغیرہ آلہ کے ذریعے سے عین کعبہ کی مواجہہ معلوم کرنے کے بعد دیکھیں کہ اگر عین کعبہ سے اگر کوئی خط مستقیم نکل کر اس خط کے کسی حصہ پر آ کر زاویتین قائمتین بنا دیتا ہے، تو مواجہت فی الجملہ بلاشبہ حاصل ہو جائے گا۔

جو لوگ کعبہ سے اتر جانب واقع ہیں وہ لوگ قطب شمالی یا دوسرے تاروں سے اندازہ لگا کر مواجہہ قبلہ فی الجملہ معلوم کر سکتے ہیں یا کمپاس وغیرہ آلات سے عین کعبہ کی مواجہۃ معلوم کرنے کے بعد دیکھیں کہ اگر عین کعبہ سے کوئی خط مستقیم نکل کر اس خط کے کسی حصہ پر آ کر زاویتین قائمتین بنا دیتا ہے، تو مواجہۃ فی الجملہ بلاشبہ حاصل ہو جائے گی۔

یہی طریقہ ان لوگوں کے لئے مواجہۃ قبلہ فی الجملہ معلوم و متعین کرنے کا ہے جو لوگ شمال مغرب یا شمال مشرق کے گوشوں میں یا جنوب مغرب یا جنوب مشرق کے گوشوں میں آباد ہیں خواہ کتنے بھی دور ہوں۔ (۱)

وهذا آخر ما أردنا بيانه ههنا، فقط والله أعلم بالصواب

کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دار العلوم دیوبند سہارنپور ۱۰/۱۰/۱۴۰۰ھ۔ (منتخبات نظام الفتاویٰ: ۲۰۴/۱-۲۱۲)

(۱) تفصیل کے لئے دیکھئے: رد المحتار علی الدر المختار: ۱۰۸/۲-۱۱۳، مبحث فی استقبال القبلة

سمت قبلہ کی تحقیق:

سوال: شہر مرگوئی میں قبلہ کے بارے میں دو فرقے ہیں، بعض مسجدیں شمال کی طرف جھکی ہوئی ہیں۔ کمپاس کے حساب سے دس پندرہ ڈگری کا فرق ہے، بعض مسجدیں جنوب کی طرف کسی قدر جھکی ہوئی ہیں، کمپاس کے حساب سے دس پندرہ ڈگری کا فرق ہے۔ اور قبرستان میں نماز جنازہ ادا کرنے کیلئے ایک نئی مسجد بنائی گئی ہے، وہ قطب نما کے حساب سے بالکل ٹھیک مغرب یعنی قبلہ کی طرف ہے۔ اس کے بعد فرض کفایہ ادا کرنے کا پرانا نماز گاہ توڑ کر ایک نیا بنایا ہے۔ وہ کسی قدر ٹیڑھا ہو گیا ہے۔ اگر کسی مسلمان کے انتقال کی خبر ہم کو ملتی ہے، تو ہم لوگ جنازہ کے ساتھ جا کر پرانی نماز گاہ ہو یا نئی ہم فرض کفایہ ادا کرتے ہیں۔ پہلے فرقے والے لوگ کہتے ہیں ان کے قبلہ کا کچھ ٹھکانہ نہیں یہ دو قبلے والے ہیں اور ان کے ایمان کا بھی کچھ ٹھکانہ نہیں اور ان کے پیچھے نماز بھی درست نہیں؟

(۲) ایسا کہنے والوں کے حق میں حکم کیا ہے؟

(۳) کیا پرانی نماز گاہ میں نماز ہو جائے گی یا توڑ کر نیا بنانا ہوگا۔ کیا صفیں ٹیڑھی اور جنازہ ٹیڑھا رکھ کر پڑھنا ہوگا؟

(۴) کیا ہم دہلی، بمبئی دیوبند، سہارنپور، رنگوں کے فتاویٰ پر عمل کر سکتے ہیں۔ اور احیاء العلوم میں جو کعبۃ اللہ کا نقشہ درج ہے۔ اسی کے مطابق عمل کر سکتے ہیں یا نہیں؟

(۵) احیاء العلوم کے مصنف شافعی ہیں، تو قبلہ کے بارے میں ہم اس پر عمل کر سکتے ہیں؟ قبلہ کے بارے میں کوئی اور کتاب بھی ہے یا نہیں؟

(٦) کیا ہم اہل مشرق حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی چاروں کا قبلہ ایک ہی ہے؟

الجواب

اصل اس معاملہ میں یہی ہے کہ ہم اہل مشرق کیلئے سمت مغرب قبلہ ہے، اگر تھوڑا سا فرق بھی ہو جائے، تو قبلہ کی سمت صادق آ جاتی ہے۔ جیسا کہ فتاویٰ مذکورہ سوال کے بیانات سے آپ کو معلوم ہو چکا ہے وہ سب فتاویٰ صحیح ہیں، لہٰذا آپ لوگ دونوں محلوں کی میت اور نماز جنازہ میں شریک ہو سکتے ہیں اور دونوں جگہوں میں نماز جنازہ درست و صحیح ہے۔

(۲) جو لوگ صورت مذکورہ کی وجہ سے آپ کو دو قبلہ والا وغیرہ کہتے ہیں وہ گنہگار ہیں۔ حدیث میں ہے:

”**سباب المسلم فسوق**“(۱)

---

(۱) **مسند أبي داؤد الطيالسي، ما أسند عبدالله بن مسعود (ح: ٢٥٦)/ مسند الحميدي (ح: ١٠٤)/ مسند إسحاق بن راهوية عن أبي هريرة (ح: ٤٠٠)/ مسند الإمام أحمد، مسند عبدالله بن مسعود (ح: ٣٦٤٧)/ صحيح البخاري، باب ماينهٰى من السباب واللعن (ح: ٦٠٤٤)/ الصحيح لمسلم (ح: ٦٤) انيس**

نیز ”من قال هلک الناس فهو أهلک“.(۱)

(۳) نماز تو بلا شبہ ہو جائے گی۔لیکن اگر تحقیق سے معلوم ہو جائے کہ شہر کی عام مساجد ونماز گاہوں وغیرہ سے اس کا رخ کچھ پھرا ہوا ہے،تو بہتر یہ ہے کہ رفع فتنہ کے لئے اس میں صفوں کے نشانات عام مساجد کے رخ کے موافق قائم کر دیئے جائیں۔اور اسی کے موافق نماز پڑھی جائے۔کیونکہ اس میں باہمی اختلافات بھی قطع ہو جائیں گے۔اور قرب الیٰ عین القبلہ بھی ہونے کی توقع ہے اور مسلمانوں کے آپس سے رفع فتنہ اور قطع اختلاف نہایت ضروری اور بڑے ثواب کا کام ہے،البتہ اس نماز گاہ کی تعمیر کو گرانے کی ضرورت نہیں،کیونکہ اس میں بلاضرورت اضاعت مال ہے

(۴) فتاویٰ مذکورہ صحیح ہیں اور احیاء العلوم کا کلام بھی ان کے خلاف نہیں ہے،اس لئے اس پر عمل کر سکتے ہیں۔

(۵) احیاء العلوم کے مصنف شافعی ہیں،لیکن اس مسئلے میں ان کا حنفیہ سے کوئی خاص خلاف نہیں۔اس لئے ان کے قول کو لینا بھی گویا حنفیہ ہی کے قول کا لینا ہے،اس لئے جائز ہے۔”**فتاویٰ شامی مسمی رد المحتار فی شرح الدر المختار**“ میں بھی نقشہ دے کر بہت واضح طور اس مسئلے کو سمجھایا ہے،اگر احیاء العلوم کے ماننے میں شبہ ہے،تو شامی حنفی کی معتبر کتاب ہے،اس میں دیکھ لیا جائے۔

قبلہ سب کا ایک ہی ہے۔البتہ تعیین سمت کے بعض جزئیات میں خفیف سا اختلاف ہے۔(واللہ اعلم)

(فتاویٰ دار العلوم مسمی امداد المفتین: ۲/۳۵۱-۳۵۳)

سمت قبلہ کی تعیین کا تتمہ:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ قصبہ جہانگیر آباد ضلع بارہ بنکی میں ایک مسجد تعمیر ہو رہی ہے جس کا سمت قبلہ ایک انجینئر صاحب نے ایک انگریزی ماہر ہیئت کے ذریعہ مغرب سے دس درجہ جانب جنوب قرار دیا ہے۔ایک دوسرے عالم دین ہیئت نے سمت قبلہ مغرب سے ۲۸/دقیقہ جانب شمال نکالا ہے،ان کا بیان ہے کہ جہاز رانی میں شہروں کی سمت بھی اسی قاعدہ سے معلوم کی جاتی ہے مسجد کا طول ۲۹/فٹ ہے اور اس اختلاف کی بنا پر ۳ فٹ ۹ انچ کا فرق نکلتا ہے۔اس حالت میں جو حکم شرع شریف کا ہو،اس سے مطلع فرمایا جاوے اور عام طور سے مسجد کی تعمیر کے لئے سمت قبلہ کس طرح معلوم کی جاوے،اس کا شرعی طریقہ کیا ہے؟

الجواب

سمت قبلہ کی تعیین اور بناء مساجد میں سنت سلف صحابہ وتابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین سے آج تک یہ ہے کہ جس

(۱) موطأ الإمام مالک،ت:عبدالباقی،باب مایکره من الکلام (ح: ۲)/الصحیح لمسلم،باب النهی عن قول هلک الناس (ح:۲٦۲۳)انیس

بلدہ میں مساجد قدیمہ مسلمانوں کی تعمیر کردہ موجود ہوں ان کا اتباع کیا جاوے ایسے مقامات میں آلات رصدیہ اور قواعد ریاضیہ کی تدقیق میں پڑنا سنت سلف کے خلاف اور نامناسب اور باعث تشویش ہے۔ ہاں جنگلات اور ایسی نوآبادیات میں جن میں مساجد قدیمہ موجود نہ ہوں وہاں قواعد ریاضیہ سے مدد لی جائے تو مضائقہ نہیں۔ گوان سے مدد لینا ضروری وہاں بھی نہیں۔ بلکہ وہاں بھی تحری اور تخمینہ قریبی آبادیوں کی مساجد کا کافی ہے۔اور اگر مساجد بلدہ کی سمتیں کچھ باہم متخالف ہوں تو بظن غالب یا چند تجربہ کار مسلمانوں کے اندازہ سے جوان میں سے زیادہ اقرب معلوم ہو،اس کا اتباع کرلیا جاوے۔

البتہ اگر کسی بلدہ کی عام مساجد کے متعلق قوی شبہ ہو جاوے کہ وہ سمت قبلہ اس درجہ منحرف واقع ہیں کہ نماز ہی درست نہ ہوگی تو ایسی صورت میں ان کا اتباع نہ کیا جاوے گا۔ بلکہ یا قواعد ریاضیہ سے سمت قبلہ کا استخراج کیا جاوے یا اس بلدہ کے قریب کی کسی مسجد سے تخمینہ کر کے سمت قبلہ متعین کی جاوے۔

لہذا صورت مندرجہ سوال میں انجینئر صاحب اور دوسرے ماہر ہیئت صاحب نے جو متخالف سمتیں نکالی ہیں دونوں کو نظر انداز کر کے مساجد قدیمہ کے مطابق مسجد تعمیر کی جاوے۔ اصل سوال کا جواب اتنا ہی ہے جو مقتضی ادلہ شرعیہ کا ہے، باقی مسئلہ سمت قبلہ کی تحقیق اور اس کے دلائل پر اجمالی نظر کے لئے سطور ذیل لکھی جاتی ہیں۔

اس مسئلہ میں اصل قابل نظر دو چیزیں ہیں:

(۱) استقبال قبلہ جو نماز میں فرض ہے،اس کی حد ضروری کیا ہے۔

(۲) بلاد بعیدہ میں اس ضروری سمت قبلہ کے معلوم کرنے کا شرعی طریق کیا ہے یہ دونوں مسئلے جدا جدا سمجھ لئے جاویں تو مسئلہ زیر بحث خود بخود حاصل ہو جائے گا۔ پہلے مسئلہ کے متعلق مذہب مختار حنفیہ کا یہ ہے کہ جو شخص بیت اللہ شریف کے سامنے ہو،اس کے لئے عین کعبہ کا استقبال فرض ہے اور جو اس سے غائب ہے،اس کے ذمہ جہت کعبہ کا استقبال ہے؛ عین کعبہ کا نہیں۔ **لما فی البدائع:**

وتعتبر الجهة دون العين، كذا ذكر الكرخي والرازي وهوقول عامة مشائخنا بماوراء النهر. (بدائع الصنائع: ١١٨/١،فصل فی شرائط أركان الصلاة)

ومثله في الهداية وعامة المتون والشروح.(۱)

(۱) ثم من كان بمكة ففرضه إصابة عينها ومن كان غائباًففرضه إصابة جهتها هو الصحيح لأن التكليف بحسب الوسع.(الهداية،باب شروط الصلاة التي تتقدمها: ٤٧/١)/كذا في المحيط البرهاني،الفصل الرابع في فرائض الصلاة وسننها: ٢٨٤/١)/تبيين الحقائق،باب شروط الصلاة: ١٠٠/١)/الجوهرة النيرة،باب شروط الصلاة: ٤٨/١/١)/البحر الرائق،باب شروط الصلاة: ٣٠٠/١)انيس)

پھر جہت قبلہ کے معنی یہ ہیں کہ ایک خط جو کعبہ پر گزرتا ہوا جنوب وشمال پر منتہی ہو جاوے اور نمازی کے وسط جبہہ سے ایک خط مستقیم نکل کر اس پہلے خط سے اس طرح تقاطع کرے کہ اس سے موقع تقاطع پر دو زاویہ قائمہ پیدا ہو جاویں۔ وہ قبلہ مستقیم ہے اور اگر نمازی اتنا منحرف ہو کہ وسط جبہہ سے نکلنے والا خط تقاطع کرکے زاویہ قائمہ پیدا نہ کرے؛ بلکہ حادہ یا منفرجہ پیدا کرے؛ لیکن وسط جبہہ کو چھوڑ کر پیشانی کی اطراف میں کسی طرف سے نکلنے والا خط۔ زاویہ قائمہ پیدا کردے تو وہ انحراف قلیل ہے، اس سے نماز صحیح ہو جاوے گی اور اگر پیشانی کی کسی طرف سے بھی ایسا خط نہ نکل سکے جو خط مذکور پر زاویہ قائمہ پیدا کردے تو وہ انحراف کثیر ہے، اس سے نماز نہ ہوگی اور علماء ہیئت وریاضی نے انحراف قلیل وکثیر کی تعیین اس طرح کی ہے کہ پینتالیس درجہ تک انحراف ہو تو قلیل اس سے زائد ہو، تو کثیر مفسد صلوٰۃ ہے۔ (کما سیأتی عن الخیریۃ)

انحراف قلیل وکثیر کی تعیین میں فقہاء امت اور علماء ہیئت کے اور بھی اقوال ہیں جن میں سے بعض اس سے زیادہ وسعت کو چاہتے ہیں اور بعض میں اس سے کم کی گنجائش ہے، اس جگہ اوسط سمجھ کر اس قول کو اختیار ہے اور یہ سب اقوال عبارات ذیل میں مذکور ہیں:

فی رد المحتار: بل المفهوم مما قدمناه عن المعراج والدررمن التقييد بحصول زاويتين قائمتين عند انتقال المستقبل لعين الكعبة يمينًا أويسارًا أنه لايصح لو كانت إحداهما حادة و الأخرى منفرجة ... (إلٰى أن قال) ... فعلم أن الانحراف اليسير لايضر، وهو الذى يبقى معه الوجه أوشيء من جوانبه مسامتًا لعين الكعبة أولهوائها، بأن يخرج الخط من الوجه أومن بعض جوانبه ويمرعلى الكعبة أوهوائها مستقيمًا، ولايلزم أن يكون الخط الخارج على استقامة خارجًا من جبهة المصلى بل منها أومن جوانبها، الخ. (١/٢٨٨، هندى)(١)

ويؤيده ما فى الفتاوى الخيرية:

وعن أبى حنيفة: المشرق قبلة أهل المغرب والمغرب قبلة أهل المشرق والجنوب قبلة أهل الشمال والشمال قبلة أهل الجنوب، وعليه فالانحراف قليلاً لايضر. (الفتاویٰ الخيرية: ١/٧)(٢)

وأيضًا يؤيده ما فى البحر:

فلوفرض مثلاً خط من تلقاء وجه المستقبل للكعبة على التحقيق فى بعض البلاد وخط آخر يقطعه علٰى زاويتين قائمتين، من جانب يمين المستقبل وشماله ولايزول تلك المقابلة

(١) ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، مبحث فى استقبال القبلة: ١/٤٢٨، دارالفكر. انيس

(٢) الفتاویٰ الخيرية، أول كتاب الصلاة: ١/٧، مطبع بولاق مصر. انيس

بـالانتقال إلى اليمين والشمال علٰى ذلک الخط بفراسخ كثيرة،ولهذا وضع العلماء قبلة بلد و بلدين وبلاد علٰى سمت واحد.(البحرالرائق: ١/ ٣٠١،باب شروط الصلاة)

ومثله فى رد المحتارعن الفتح وشروح المنية وزاد الفقيروغيره.(١)

وفى الخيرية تحت قوله (سئل):

... ومن القواعد الفلكية إذاكان الانحراف عن مقتضى الأدلة أكثرمن خمس وأربعين درجة يمنة أويسر ة يكون ذلک الانحراف خارجًا عن جهة الربع الذى فيه مكة المشرفة من غير إشكال(إلٰى)فهل هذه المحاريب المزبورة انحرافها كثيرفاحش يجب الانحراف فيها يسرة إلٰى جهة مقتضى الأدلة والحالة ماذكرنا أم لا،وإذا قلتم يجب فهل إذا عاند شخص وصلى فى هذه المحاريب بعد إثبات ماذكريكون صلاته فاسدة،الخ.

(أجاب):حيث زالت بالانحراف المذكورالمقابلة بالكلية بحيث لم يبقى شىء من سطح الوجه مسامتًا للكعبة عدم الاستقبال المشروط لصحة الصلاة بالإجماع وإذا عدم الشرط عدم المشروط.(الفتاوىٰ الخيرية: ١/ ٩-١٠، باب شروط الصلاة)

عبارات مذکورہ سے سمت قبلہ اور استقبال کی جو حد ضروری معلوم ہوئی ہے،اس کا حاصل سہل اور عامیانہ عبارت میں یہ ہے کہ انسان کے چہرہ کا کوئی ذرا سا ادنی حصہ خواہ وسط چہرہ کا ہو یا داہنی بائیں جانب کا بیت اللہ شریف کے کسی ذرا سے حصہ کے ساتھ مقابل ہوجائے اور فن ریاضی کی اصطلاحی عبارت میں یہ ہے کہ عین کعبہ سے پینتالیس درجہ تک بھی انحراف ہوجائے تو استقبال فوت نہیں ہوتا اور نماز صحیح ہوجاتی ہے،اس سے زائد انحراف ہو تو استقبال فوت ہوکر نماز فاسد ہوجائے گی۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ انحراف قلیل جو عام طور پر کہیں جنوبا کہیں شمالا واقع ہوجاتا ہے، یہ ناقابل التفات ہے،اس کی وجہ سے نہ کسی مسجد کی جہت قبلہ بدلنے کی ضرورت ہے نہ اس کا قائم رکھتے ہوئے کسی طرف مائل ہونے کی ضرورت ہے۔(واللہ تعالیٰ اعلم)

---

(١) ردالمحتار،كتاب الصلاة،باب شروط الصلاة،مبحث فى استقبال القبلة: ١/ ٤٢٨-٤٢٩،دارالفكر)

(ولا يشترط نية الاستقبال فى المختار)وهو قول العامة ... (ولا يسقط الاستقبال) عن المصلى (إلا لعدو) منعه عن الاستقبال (كمريض لا يقدرعلى التوجه) إلى القبلة (وليس عنده من يوجهه) إليها (أو) لم يكن عجزه لمرض و لكن (يخاف أن تحركه للتوجه فطن) ... (لسبع أو العدو) بأن يأتيه من جهة أخرىٰ يضره فى ماله أو بدنه.(وانكسرت به السفينة وبقى على لوح)فى البحر يخاف أن توجه فانه ، لأنه لايلزمه التوجه إلى القبلة فى هذه الأحوال كلها (فيصلى قائما) يركع ويسجد (أوقاعداً) إن أمكنه بركوع وسجود (أويومى مضطجعاً إلى أى جهة قدر عليها)أى على الصلاة لأن التكليف بحسب الوسع.(إسعاف المولٰى القدير شرح زادالفقير، باب شروط الصلاة: ٥٠(ب)،مخطوطة جامعة الملک سعود.انيس)

دوسرا مسئلہ: یہ ہے کہ بلا دبعیدہ میں سمت قبلہ اور استقبال قبلہ معلوم کرنے کا شرعی طریقہ کیا ہے۔ صحابہؓ وتابعین اور جمہور امت کا اس میں تعامل کس طرح ہے اور یہ کہ قواعد ریاضیہ کا استعمال اس کام کے لئے جائز ومعتبر ہے یا نہیں اور ہے تو کس درجہ میں، اس بارے میں پہلے بطور مقدمہ یہ بتلا دینا مناسب ہے کہ شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے تمام احکام کی بنیاد یسر وسہولت اور سادگی وبے تکلفی پر ہے۔ فلسفیانہ تدقیقات پر نہیں،(۱) کیونکہ دائرہ حکومت اس شریعت کا تمام عالم کے بحر وبر اور اسود واحمر شہری ودیہاتی آبادیوں اور ان کے سکان پر حاوی ہے۔ اسلامی فرائض نماز وروزہ وغیرہ جس طرح شہریوں پر عائد ہیں، اسی طرح دیہاتیوں اور پہاڑوں کے دروں اور جزائر کے رہنے والے ناخواندہ وناواقف لوگوں پر بھی عائد ہیں اور جو احکام اس درجہ عام ہوں، ان میں مقتضا عقل وحکمت ورحمت کا یہ ہی ہے کہ ان کو تدقیقات فلسفیانہ اور قواعد ریاضیہ یا آلات رصدیہ پر موقوف نہ رکھا جائے؛ تاکہ ہر عام وخاص خواندہ وناخواندہ بآسانی اپنے فرائض انجام دے سکے۔

شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے تمام تر احکام اسی نظریہ کے ماتحت بالکل آسان اور سادہ طریق پر آئے، روزہ رمضان کا مدار چاند دیکھنے پر رکھا گیا ہے۔ حسابات ریاضیہ پر نہیں، مہینے قمری رکھے گئے ہیں جن کا مدار رؤیت ہلال پر ہے۔ شمسی مہینے جن کا مدار خاص حسابات ریاضیہ پر ہے، عام شرعی احکام میں ان کو نہیں لیا گیا۔ اسی طرح احکام اسلامیہ کے تتبع سے بکثرت اس کے نظائر معلوم کئے جاسکتے ہیں۔

اس مختصر مقدمہ کے بعد مسئلہ زیر بحث میں بھی یہ فیصلہ کر لینا آسان ہوگیا کہ سمت قبلہ اور استقبال قبلہ جس کا ہر مسلمان دن میں پانچ مرتبہ مامور ہے، اس کے لئے بھی شریعت نے ضرور کوئی آسان اور بالکل سادہ طریقہ اختیار کیا

---

(۱) عن أبی هريرة قال:قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:إن الدين يسرولن يشادالدين أحد إلا غلبه فسددوا وقاربوا وأبشروا واستعينوا بالغدوة والروحة وشيء من الدلجة.(الصحيح للبخاری،كتاب الإيمان،باب الدين يسر (ح:٣٩)/سنن النسائی،الدين يسر (ح:٥٠٣٤)/صحيح ابن حبان،ذكر الأمر بالغدوة والروحة والدلجة،الخ (ح:٣٥١)

(ولن يشادالدين أحد)أی ولن يقاومه أحد بشدة والمعنى أن من شدد على نفسه وتعمق فی أمر الدين بما لم يجب عليه فلربما يغلبه ما تحمله من الكلفة ويضعف عن القيام بحق ما كلف به،الخ.(مرقاة المفاتيح،باب القصدفی العمل:٩٣٤/٣)

عن عبدالله بن عمر عن النبی صلى الله عليه وسلم أنه قال:إنا أمة أمية لا نكتب ولا نحسب،الشهر هكذا وهكذايعنی مرة تسعة وعشرين ومرة ثلاثين.(الصحيح للبخاری،كتاب الصوم،باب قول النبی صلى الله عليه وسلم:لا نكتب،الخ (ح:١٩١٣)/الصحيح لمسلم،باب وجوب صوم رمضان لرؤية الهلال (ح:١٠٨٠)

قال الملا علی قاری:فالمعنیٰ أن العمل على مايعتاده المنجمون ليس من هدينا وسنتنابل علمنا يتعلق برؤية الهلال ،الخ.(مرقاة المفاتيح،باب رؤية الهلال:١٣٧٤/٤.انيس)

ہوگا جس کو ہر شہری ودیہاتی بآسانی عمل میں لاسکے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اس کے متعلق یہ ہے کہ!

"ما بين المشرق والمغرب قبلة". (رواه الترمذی عن أبی هريرة)(۱)

یعنی مشرق ومغرب کے درمیان قبلہ ہے۔ یہ ارشاد اگر چہ تمام عالم کے لئے نہیں، بلکہ خاص اہل مدینہ اور اس کے قرب وجوار کے لئے ہے، لیکن اتنی بات اس میں عام ہے کہ سمت قبلہ کی تعیین میں شریعت نے زیادہ تدقیق کا مکلف نہیں بنایا۔ بلکہ **بین المغرب والمشرق** فرما کر پوری جہت جنوب کو قبلہ قرار دے دیا اور اس سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ اس حدیث میں **بین المشرق والمغرب** سے اصطلاحی ریاضی پر نقطہ مشرق ومغرب کی درمیانی قوس یعنی نصب دائرہ مراد نہیں جس سے ربع دائرہ کا قول جو بحوالہ خیر یہ نقل کیا گیا ہے، اس کے مخالف حدیث ہونے کا شبہ ہوسکے، بلکہ یہ عبارت محاورات عرفیہ پر آئی ہے، جس کا مقصود پوری جہت جنوب کو قبلہ قرار دینا ہے، تو جس طرح مدینہ طیبہ میں مشرق ومغرب کے درمیان قبلہ ہے، اسی طرح ہندوستان میں جنوب شمال کے درمیان قبلہ کہا جاسکتا ہے۔

وقد نص أحمد بن خالد بأن قول عمر "ما بين المشرق والمغرب قبلة"، قاله بالمدينة فمن كانت قبلته مثل قبلة المدينة فهوفی سعة مما بين المشرق والمغرب ولسائر البلدان من السعة فی القبلة مثل ذلک بين الجنوب والشمال، وقال أبوعمربن عبد البر: لاخلاف بين أهل العلم فيه. (كتاب الخطط للمقريزی: ۱/ ۲۵۸)(۲)

پھر حضرات صحابہ وتابعین اور ان کے بعد عامہ مسلمین کے تعامل نے اس کو بالکل واضح کردیا کہ بلاد بعیدہ میں جہاں کہیں حضرات صحابہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں یا آپ کے بعد پہنچے ہیں وہاں نمازیں ادا کرنے اور مستقل قیام کی صورت میں مساجد بنانے میں ان حضرات سے کہیں منقول نہیں کہ آلات رصدیہ سے کام لے کر سمت قبلہ متعین کی ہو؛ بلکہ موٹے موٹے آثار ونشانات اور شمس وقمر اور قطب وغیرہ۔ مشہور ومعروف ستاروں کی پہچان سے ایک اندازہ قائم کرکے محض تحری وتخمینہ سے سمت قبلہ متعین فرمائی ہے۔

سمت قبلہ اور استقبال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کا طرز عمل:

(۱)　اس پر اتفاق ہے کہ مسجد بیت اللہ کے بعد سب سے پہلی مسجد جو اسلام میں بنائی گئی وہ مسجد قبا ہے؛ (قبا مدینہ طیبہ سے چند میل کے فاصلہ پر ایک مشہور مقام کا نام ہے۔) اس مسجد کی بنیاد تو اس وقت پڑی تھی جب کہ مسلمانوں کا قبلہ

---

(۱)　سنن الترمذی، باب ماجاء أن مابين المشرق والمغرب قبلة (ح: ۳۴۲)/سنن النسائی، ذكر الاختلاف علی محمدبن أبی يعقوب (ح: ۲۲۴۳) انيس

(۲)　المواعظ والاعتباربذكرالخطط والآثار، ذكرالمحاريب التی بديارمصروسبب اختلافها: ۲۶/۴. انيس

بیت المقدس تھا پھر جب تحویل قبلہ کی آیت نازل ہوئی، تو اس کی خبر لے کر قبا میں ایک صحابی ایسے وقت پہنچے کہ اس مسجد میں نماز ہو رہی تھی یہ خبر سنتے ہی امام اور پوری جماعت بیت اللہ کی سمت کی طرف پھر گئی۔(١)

یہ واقعہ عام کتب حدیث وتفسیر میں منقول ہے اور اس واقعہ کی اطلاع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوئی، تو آپ نے ان لوگوں کے اس فعل کی تصویب فرمائی۔

ظاہر ہے کہ حالت نماز میں جو سمت قبلہ اہل قبا نے اختیار کی اس میں آلات رصدیہ اور اصطرلاب کا دخل ہوسکتا ہے؛ نہ کسی قطب نما اور ستارے کا محض تخمینہ وتحری سے سمت قائم کی گئی، پھر نماز کے بعد بھی کہیں منقول نہیں کہ اس تحری وتخمینہ کے سوا کوئی دوسرا انتظام واہتمام یا حسابات ریاضیہ کا استعمال استخراج سمت کے لئے کیا گیا ہو۔

(٢) حضرت فاروق اعظم نے اپنے عہد خلافت میں تمام اسلامی قلمرو میں ہر صوبہ کے عامل کے نام فرمان بھیجے کہ ہر محلّہ میں مسجد بنائی جائے؛ عمال حکومت نے حکم کی تعمیل کی، مگر سمت قبلہ قائم کرنے کے لئے نہ تو حضرت فاروق ہی نے کوئی انتظام آلات رصدیہ اور حسابات ریاضیہ کا کیا اور نہ عمال حکومت نے، بلکہ تخمینہ وتحری سے سمت قبلہ متعین کرکے مسجدیں تعمیر کی گئیں۔

(٣) آلات وحسابات سے نکالی ہوئی سمت قبلہ میں بھی اکثر اہل فن کا اختلاف رہتا ہے؛ جس کی وجہ یہ ہے کہ طول بلد اور عرض بلد کے معلوم کرنے میں ذرا سا فرق رہ گیا، تو سمت کہیں کی کہیں پہنچ جاتی ہے۔

(لطیفہ عجیبہ) علما کا اتفاق ہے کہ دنیا کی تمام مساجد محض تحری وتخمینہ سے قائم کی گئی ہیں، لیکن مسجد نبوی کی سمت قبلہ بطور وحی ومکاشفہ قائم کی گئی ہے؛ کیونکہ حق تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیت اللہ کو بطور معجزہ سامنے کر دیا تھا، اس کو دیکھ کر آپ نے مسجد مدینہ کی سمت قبلہ قائم فرمائی۔(کذا فی البحر الرائق و ردالمحتار)

اس سے باجماع امت مسجد نبوی کی سمت قبلہ بالکل یقینی ہے، لیکن حسابات ریاضیہ سے جانچا گیا تو وہ بھی صحیح نہیں، اتری چنانچہ امیر مصر ابن طولون نے جب مصر میں اپنی جامع مسجد بنانے کا ارادہ کیا، تو چند ماہرین ہندسہ کو مدینہ طیبہ بھیج

---

(١) عن البراء بن عازب قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم صلى نحو بيت المقدس ستة عشر أو سبعة عشر شهرًا، وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم يحب أن يوجه إلى الكعبة فأنزل الله: ﴿قَدْ نَرَى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ﴾(البقرة: ١٤٤)فتوجه نحو الكعبة، وقال السفهاء من الناس وهم اليهود: ﴿مَا وَلّٰهم عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِيْ كَانُوْا عَلَيْهَا قُلْ لِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ يَهْدِيْ مَن يَّشَاءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ.(سورة البقرة: ١٤٢)فصلى مع النبى صلى الله عليه وسلم رجل، ثم خرج بعد ماصلى، فمر على قوم من الأنصار فى صلاة العصر نحو بيت المقدس فقال: هو يشهد أنه صلى مع رسول الله صلى الله عليه وسلم وأنه توجه نحو الكعبة فتحرف القوم حتى توجهوا نحو الكعبة.(الصحيح للبخارى، كتاب الصلاة، باب التوجه نحو القبلة حيث كان (ح: ٣٩٩)انيس)

کر پہلے مسجد نبوی کی سمت قبلہ کو آلات رصدیہ کے ذریعہ جانچا، تو معلوم ہوا کہ آلات کے ذریعہ نکالی ہوئی خط سمت قبلہ سے مسجد نبوی کی سمت دس درجہ مائل بہ جنوب ہے، جیسا کہ مقریزی نے کتاب الخطط میں بالفاظ ذیل ذکر کیا ہے۔

إن أحمد بن طولون لما عزم علٰی بناء هذا المسجد بعث إلٰی محراب مدينة رسول الله صلى الله عليه وسلم من أخذ سمته فإذا هو مائل عن خط سمت القبلة المستخرج بالصناعة نحو عشر درج إلٰی جهة الجنوب. (كتاب الخطط: ٢/٢٥٦)(١)

احمد بن طولون نے جب اپنی جامع مسجد بنانے کا ارادہ کیا، تو چند اہل فن کو مدینہ طیبہ بھیج کر مسجد نبوی کی سمت قبلہ بذریعہ آلات رصدیہ نکلوائی، دیکھا تو حسابات کے ذریعہ نکالی ہوئی سمت قبلہ سے دس درجہ مائل بجنوب ہے۔

اب وہ لوگ جو آلات رصدیہ پر سمت قبلہ کا مدار رکھنا چاہتے ہیں اوران پر فخر کرتے ہیں وہ دیکھیں کہ ان کی تجویز پر تو مسجد نبوی کی سمت قبلہ بھی درست نہیں ہوتی۔

معلوم نہیں کہ عنایت اللہ مشرقی جو ہندوستان کی مسجدوں میں ان ہی حسابات کی بنا پر نماز ناجائز قرار دیتے ہیں، وہ مسجد نبوی کے متعلق کیا فتویٰ صادر فرمائیں گے۔ مشرقی کچھ کہیں لیکن مذکورالصدر تعامل مسلمانوں کے اطمینان کے لئے انشاءاللہ تعالیٰ کافی ووافی ہے۔ **والحمد لله أوله وآخره.**

اس کے بعد احمد بن طولون نے مسجد نبوی کی موافق مسجد بنائی، جو جامع عمرو بن عاص فاتح مصر سے کسی قدر منحرف ہے؛ لیکن علما نے جامع عمرو بن عاص ہی کے اتباع کو اولیٰ قرار دیا ہے اور مصر اور اطراف مصر کی عامہ مساجد اسی کے مطابق ہیں۔

قال الكندي: وقال يزيد بن أبي حبيب: سمعت مشائخنا هم حضروا مسجد الفتح يعني (جامع عمرو بن العاص) يقولون وقف علٰی إقامة قبلة المسجد الجامع ثمانون رجلا من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم منهم الزبير بن العوام والمقداد وعبادة بن الصامت وأبو الدرداء وفضالة بن عبيد وعقبة بن عامر رضي الله عنهم.

وفي رواية: أسس مسجدنا هذا أربعة من الصحابة أبو ذر وأبو بصيرة ومحمة بن جزء الزبيدي ونبيه بن صواب. قال عبد الله بن أبي جعفر: أقام محرابنا هذا عبادة بن الصامت ورافع بن مالك وهما نقيبان. وقال داؤد بن عقيبة: إن عمرو بن العاص بعث ربيعة بن شرجيل بن حسنة عمرو بن علقمة القرشي ثم العدوي يقيمان القبلة وقال لهما قوما إذا زالت الشمس وقال انتصف الشمس فاجعلاها علٰی حاجبيكما ففعلا، وقال الليث: إن عمرو بن العاص كان يمد

(١) المواعظ والاعتبار بذكر الخطط والآثار، ذكر المحاريب التي بديار مصر وسبب اختلافها: ٤/٢٣. انيس

الحبال حتی أقیمت قبلة المسجد،وقال عمرو بن العاص:شرقوا القبلة تصیبوا الحرم،قال فشرقت جدًا.(کتاب الخطط للمقریزی:۲/۲٤٦-۲٤۷)(١)

روایات مذکورہ میں اگرچہ بظاہر قدرے اختلاف نظر آتا ہے،لیکن اول تو غور کرنے کے بعد ان میں کوئی تعارض نہیں رہتا؛کیونکہ ایک جماعت صحابہ کی متفقہ سعی وتخمین سے یہ کام ہوا روایت کرنے والوں نے اپنے اپنے علم کے مطابق خاص خاص صحابہ کے طرف منسوب کردیا،جس میں دوسروں کی نفی نہیں۔ثانیاً یہ سب روایات اتنی بات پر متفق ہیں کہ تعیین سمت قبلہ میں آلات رصدیہ یا قواعد ریاضیہ سے کام نہیں لیا گیا،حالانکہ مصر جیسا شہر اس کے جاننے والوں سے خالی نہیں ہوسکتا۔بلکہ محض تحری وتخمین سے سمت قبلہ متعین کی گئی۔

اوراسی لئے صاحب البحر الرائق نے فرمایا ہے:

"لاعذر لأحد فی الجهل بالأدلة الظاهرة المعتادة کالشمس والقمر وغیر ذلک أما دقائق علم الهیئة وصور النجوم الثوابت فهو معذور فی الجهل بها(إلٰی أن قال)قال:ومحاریب الدنیا کلها نصبت بالتحری حتی منی ولم یزد علیه شیئاً،وهذا خلاف ما نقل عن أبی بکر الرازی فی محراب المدینه أنه مقطوع به فإنما نصبه رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم بالوحی بخلاف سائر البقاع حتی قیل بمثل إن محراب منی نصب بالتحری والعلامات وهو أقرب المواضع إلٰی مکة.(البحر الرائق:۱/۳۰۲،فصل فی شروط الصلاۃ)/ومثله فی رد المحتار:۱/٤۳۱،دار الفکر)

اور ملک العلماء صاحب بدائع فرماتے ہیں:

وإن کان نائیًا عن الکعبة غائبًا عنها یجب علیه التوجه إلٰی جهتها وهی المحاریب المنصوبة بالأمارات الدالة علیها لا إلٰی عینها(ثم قال):أما إذا جعلت قبلة الجهة وهی المحاریب المنصوبة منصوبة لایتصور ظهور الخطاء فنزلت الجهة فی هذه الحالة منزلة عین الکعبة فی حال المشاهدة واللّٰه تعالٰی أن یجعل أی جهة شاء قبلة لعباده علی اختلاف الأحوال وإلیه وقعت الإشارة فی قوله تعالٰی:﴿سَیَقُوْلُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِیْ کَانُوْا عَلَیْهَا،قُلْ لِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَاءُ إِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ﴾.(سورة البقرة:١٤٢)ولأنهم جعلوا عین الکعبة قبلة فی هذه الحالة بالتحری وأنه مبنی علٰی مجرد شهادة القلب من غیر أمارة والجهة صارت قبلة باجتهادهم المبنی علی الأمارات الدالة علیها من النجوم والشمس والقمر وغیر ذلک،فکان فوق الاجتهاد بالتحری ولهذا من دخل بلدة وعاین المحاریب المنصوبة فیها یجب علیه التوجه إلیها ولایجوز له التحری،الخ.(بدائع الصنائع:۱/۱۱۸،فصل فی شرائط أرکان الصلاۃ)

(١) المواعظ والاعتبار بذکر الخطط والآثار،ذکر المحاریب التی بدیار مصر وسبب اختلافها:٤/۷.انیس

وفی فتاویٰ قاضی: وجهة الكعبة تعرف بالدليل، والدليل في الأمصار والقرى المحاريب التي نصبها الصحابة والتابعون فعلينا اتباعهم في استقبال المحاريب المنصوبة فإن لم تكن فالسؤال من الأهل، آه. (١)

عبارات مذکورہ سے ثابت ہوا کہ بلاد بعیدہ میں سمت قبلہ معلوم کرنے کا شرعی طریقہ جو سلف سے چلا آتا ہے، یہ ہے کہ جن بلاد میں مساجد قدیمہ موجود ہیں ان کا اتباع کیا جاوے؛ کیونکہ اکثر بلاد میں تو خود حضرات صحابہ وتابعین نے مساجد کی بنیاد ڈالی اور سمت قبلہ متعین فرمائی ہے اور پھر انہیں کو دیکھ کر دوسری بستیوں میں مسلمانوں نے اپنی اپنی مساجد بنائی ہیں، اس لئے یہ سب مساجد مسلمین سمت قبلہ معلوم کرنے کے لئے کافی وافی ہیں، ان میں بلا وجہ شبہات فلسفہ نکالنا شرعاً محمود نہیں، بلکہ مذموم اور موجب تشویش ہے۔ بلکہ بسا اوقات ان تدقیقات میں پڑنے کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ حضرات صحابہ وتابعین اور عامہ مسلمین پر بدگمانی ہو جاتی ہے کہ ان کی نمازیں اور قبلہ درست نہیں، حالانکہ یہ باطل محض اور سخت جسارت ہے۔ آٹھویں صدی ہجری کے مشہور ومعروف عالم علامہ ابن رجب حنبلی اسی بنا پر سمت قبلہ میں آلات رصدیہ اور تدقیقات ریاضیہ میں پڑنے کو منع فرماتے ہیں۔ ولفظہ:

وأما علم التسيير فإذا تعلم منه ما يحتاج إليه للاهتداء ومعرفة القبلة، والطرق كان جائزًا عند الجمهور، ومازاد عليه فلاحاجة إليه وهو يشغل عما هو أهم منه وربما أدى التدقيق فيه إلى إساءة الظن بمحاريب المسلمين في أمصارهم كما وقع في ذلك كثير من أهل هذا العلم قديمًا وحديثًا وذلك يفضي إلى اعتقاد خطأ الصحابة والتابعين في صلاتهم في كثير من الأمصار هو باطل وقد أنكر الإمام أحمد الاستدلال بالجدي وقال إنما ورد بين المشرق والمغرب قبلة، يعني: لم يرد اعتبار الجدي ونحوه من النجوم. (ص: ١٢)(٢)

اور جنگلات یا نو آبادیات وغیرہ میں مساجد قدیمہ موجود نہ ہوں، وہاں شرعی طریقہ جو سنت صحابہ وتابعین سے ثابت ہے، یہ ہے کہ شمس وقمر اور قطب وغیرہ کے مشہور ومعروف ذرائع سے اندازہ قائم کر کے سمت قبلہ متعین کر لی جاوے، اس میں معمولی میلان وانحراف بھی رہے، تو اس کو نظر انداز کیا جاوے؛ کیونکہ حسب تصریح صاحب بدائع ان بلاد بعیدہ میں تحری اور اندازہ سے قائم کردہ جہت ہی قائم مقام کعبہ کے ہے۔ اور اسی پر احکام دائر ہیں جیسے شریعت نے نیند کو قائم مقام خروج ریح کا قرار دے کر اسی پر نقض وضو کا حکم کر دیا، یا سفر کو قائم مقام مشقت کا قرار دے کر مطلقاً سفر پر رخصتیں مرتب کر دیں، حقیقۃً مشقت ہو یا نہ ہو، اسی طرح بلاد بعیدہ میں مشہور ومعروف نشانات وعلامات کے ذریعہ جو سمت قبلہ تحری واندازہ سے قائم کی جائے گی، وہی شرعاً قائم مقام (٣) کعبہ کے ہوگی۔

(١) فتاویٰ قاضی خان، فصل فی معرفة القبلة: ٨٦/١، اشپاٹک لیتھو گرافس کلکته. انیس
(٢) مجموع رسائل ابن رجب، فضل علم السلف على علم الخلف: ١٢/٣. انیس
(٣) سمت قبلہ۔ انیس

علامہ بحرالعلوم نے رسائل الارکان میں اسی مضمون کو بالفاظ ذیل بیان کیا ہے:

والشرط وقوع المسامة علیٰ حسب مایری المصلی ونحن غیرمأمورین بالمسامة علیٰ ما یحکم بہ الآلات الرصدیة ولهذا أفتوا أن الانحراف المفسد أن یتجاوز المشارق والمغارب. (رسائل الأركان: ٥٣)(١)

اور بلاد ہندوستان میں سہل اور احوط (٢) طریق تعیین سمت قبلہ کا یہ ہے کہ موسم گرما کے سب سے بڑے دن (٢٢/جون) میں اور اسی طرح موسم سرما کے سب سے چھوٹے دن (٢٢ دسمبر) میں غروب شمس کا موقع دیکھا جاوے، قبلہ ان دونوں موقع کے درمیان میں ہوگا، یعنی ان دونوں موقع کے درمیان جس نقطہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی جاوے گی صحیح ہو جاوے گی۔

أفادہ سیدی حکیم الأمة التھانوی متعنا اللّٰہ تعالیٰ ببرکاتہ نقلاً عن رسالتہ بغیة الأریب وھو الذی صرح بہ الشامی فی مواضع ذکرہ فی البحر وحواشیہ.

یہاں تک تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ سمت قبلہ میں آلات رصدیہ اور حسابات ریاضیہ سے کام لینا سلف کا طریقہ نہیں تھا اور نہ شریعت نے اس کا امر کیا ہے اور نہ کسی حال اس کی ضرورت ہے، بلکہ طریقہ معروفہ سلف کا یہ ہے کہ جن بلاد میں مساجد قدیمہ موجود ہوں، ان کا اتباع کیا جاوے جہاں نہ ہوں، وہاں مشہور ومعرف ستاروں اور دوسرے آثار جلیہ سے کام لے کر اندازہ قائم کر کے جہت متعین کرلی جاوے۔

بڑی وجہ ان آلات وحسابات کے استعمال نہ کرنے کی تو یہی ہے کہ یہ چیزیں اتنی عام نہیں کہ ہر شخص کو ہر جگہ میسر آسکیں۔ دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ درجہ ان آلات وحسابات کا بھی تخمینہ اور تحری اور اندازہ واٹکل سے زائد نہیں، جس طرح تحری واندازہ میں خطا ہوسکتی ہے، ان آلات وحسابات میں بھی خطا ہونا ممکن بلکہ واقع ہے، جیسا کہ خود صورت مندرجہ سوال میں دو ماہرین ہیئت کے اتنے شدید اختلاف سے ظاہر ہے کہ ایک دس درجہ جانب جنوب مائل قرار دیتا ہے اور دوسرا کچھ مائل بشمال بتلاتا ہے اور یہ اختلاف جو ان دونوں حضرات میں ہوا۔ کوئی اتفاقی واقعہ نہیں۔ پہلے بھی ماہرین ارباب تصنیف میں اس قسم کے اختلاف واقع ہوئے ہیں۔

---

(١) **رسائل الأرکان، فصل فی التوجہ إلی القبلة: ٥٣. مطبع علوی لکھنؤ. انیس**

(٢) رسائل الارکان کی مذکورہ عبارت سے نیز فتاویٰ خیریہ کی عبارت سے جنوب وشمال میں ۴۵-۴۵، درجہ تک انحراف کا جواز معلوم ہوتا ہے اور بین المغربین کے قول پر صرف ۲۴، ۲۴ درجہ تک دونوں طرف انحراف کی گنجائش معلوم ہوتی ہے؛ کیونکہ میل کلی حسب تصریح چغمینی وغیرہ ۲۴/درجہ ہے، تو فیصلہ بین المغربین کل ۴۸/درجہ ہوا؛ اور انحراف مباح ہر دو جانب میں ۲۴/درجہ ان میں سے قول اول اوسع اور ثانی احوط ہے۔ **کما فی حاشیة البحر للشامی بعد نقل القولین وھذا استحباب والأول للجواز: ٢٨٥/١**۔ (محمد شفیع عفاعنہ)

میرے سامنے اس وقت دو رسالے اس موضوع کے موجود ہیں۔ایک رسالہ مصنفہ جناب منشی بشیر الدین صاحب کاکوری جس کا ماخذ ایک مہندس کا رسالہ جو شاہ جہاں بادشاہ کے عہد میں لکھا گیا ہے۔اس میں لکھنؤ کی سمت قبلہ کو نقطہ مغرب سے پانچ درجہ گیارہ دقیقہ مائل بجنوب قرار دیا ہے اور دوسرا رسالہ ضوابط پر ہے۔اس میں لکھنؤ سمت قبلہ کو نقطہ مغرب سے ۹/درجہ،۲۵/دقیقہ مائل بشمال لکھا ہے اور دونوں قواعد ریاضیہ سے استدلال کر رہے ہیں، پھر بلاد کے طول وعرض کے نقشے جو عام اٹلسوں اور قدیم کتب غیاث و مالا بدمنہ وغیرہ میں چھپے ہوئے ہیں، وہ خود مختلف ہیں؛ حالانکہ سب کا ماخذ یہی قواعد ریاضیہ ہیں۔

الغرض! جبکہ حسابات ریاضیہ اور آلات رصدیہ کا انجام بھی یہی غلبہ ظن با مارات وعلامات ہے اور احتمال خطا وصواب کا اس میں بھی یکساں ہے،تو سہل وسادہ طریق سلف کو کیوں چھوڑا جاوے۔

اب صرف ایک سوال باقی رہ جاتا ہے کہ آیا آلات رصدیہ اور حسابات ریاضیہ سے؛ اگر اس میں کام لے لیا جاوے تو جائز بھی ہے یا نہیں اور جو جہت ان حسابات کے ذریعہ متعین کی جاوے وہ شرعاً معتبر ہوگی یا نہیں؟

اس کے متعلق فیصلہ علامہ شامی کا یہ ہے کہ جس جگہ مساجد قدیمہ موجود نہ ہوں، وہاں تو باتفاقِ علما ان آلات وحسابات سے کام لینا جائز ہے، بلکہ جس شخص کو یہ فن آتا ہو،اس کے لئے ایسے مواقع میں جہاں مساجد قدیمہ موجود نہ ہوں،ضروری ہے کہ بجائے دوسرے علامات ونشانات کے ان آلات وحسابات سے کام لے؛ کیونکہ وہ تقریباً مفید ظن غالب ہیں اور جس جگہ مساجد قدیمہ موجود ہوں، وہاں ان آلات وحسابات کے ذریعہ سمت قبلہ نکالنے میں علما کا اختلاف ہے۔بعض جائز قرار دیتے ہیں بعض ناجائز،حضرت امام احمد بن حنبل کا قول عدم جواز کا اسی تحریر میں گذر چکا ہے۔

أفاد في النهر أن دلائل النجوم معتبرة عند قوم وعند آخرين ليست بمعتبرة،قال:وعليه إطلاق عامة المتون،اه.

أقول:لم أرفي المتون مايدل علىٰ عدم اعتبارها،ولنا تعلم مانهتدى به على القبلة من النجوم، وقال تعالىٰ:"النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا"،علىٰ أن محاريب الدنيا كلها نصبت بالتحرى حتى منى كما نقله في البحر،ولايخفىٰ أن أقوى الأدلة النجوم،والظاهر أن الخلاف في عدم اعتبارها إنما هو عند وجود القديمة،إذ لايجوز التحرى معها كما قدمناه،لئلا يلزم تخطئة السلف الصالح و جماهير المسلمين، بخلاف ما إذا كان في المفازة فينبغي وجوب اعتبار النجوم ونحوها في المفازة لتصريح علمائنا وغيرهم بكونها علامة معتبرة،فينبغي الاعتماد في أوقات الصلاة وفي القبلة،علىٰ ماذكره العلماء الثقات في كتب المواقيت،وعلىٰ ما وضعوه لها من الآلات كالربع

والاصطرلاب فإنها إن لم تفد اليقين تفد غلبة الظن للعالم بها،وغلبة الظن كافية في ذلك.(رد المحتار: ٢٨٩/١،طبع هند)(١)

وفي الفتاوىٰ الخيرية بعد قوله ولايجوز العمل بقول الفلكي المذكور:

والحاصل أن المسئلة خلافية،فمذهب الحنفية يعمل بالمحاريب المذكورة ولايلتفت للطعن المذكور،ومذهب الشافعية إليه ويعمل به إذاكان من عالم بصير ثقة،ولاخفاء أن مذهبنا سمح سهل حنيفي ميسر غير معسر،فإن الطاعة لحسب الطاقة وفي تعيين عين الكعبة حرج و هو مرفوع عنا بالنص الشريف.(كتاب الصلاة: ٨/١)

هذا آخر ما أردت جمعه في هذه العجالة لعل اللّٰه تعالىٰ ينفع بها المسلمين ويجنبهم عن طرق التعمق والتكلف في أمور الدين،واللّٰه سبحانه وتعالىٰ أعلم بالصواب وإليه المرجع في كل باب.

كتبه الأحقر محمد شفيع عفا اللّٰه عنه.خادم دار العلوم ديوبند في ثماني ساعات من ٣/ ربيع الثاني سنہ ١٣٦٠ھ۔

للّٰه در المجيب العلام وأصاب فيما أجاب: سید احمد علی سعید نگینوی معین المفتی دار العلوم دیوبند

بعد الحمد والصلوٰة، میں نے اس فتوے کو دیکھا،مسئلہ زیر بحث میں کافی وافی پایا،جس سے میں حرفاً حرفاً متفق ہوں اور سہولت تعبیر کے لئے اس کو " تنقيح المقال في تصحيح الاستقبال"(١) سے ملقب کرتا ہوں۔

کتبہ اشرف علی عفی عنہ۔۴ر ربیع الثانی ۱۳۶۰ھ۔

---

(١) كتاب الصلاة،باب شروط الصلاة،مبحث في استقبال القبلة.انيس

(١) **تنقيح المقال في تصحيح الاستقبال:**

بسم اللّٰه الرحمٰن الرحيم

الحمد للّٰه وكفىٰ وسلام علىٰ عباده الذين اصطفىٰ.

امابعد! قواعد ریاضیہ اور آلات رصدیہ کے ذریعہ سمت قبلہ کی تحقیق وتنقیح کے متعلق علمی بحثیں اوران میں مسلمان ماہرین فن کی جدت طرازیاں اور موشگافیاں ہمیشہ سے چلی آتی ہیں۔ یہ مسئلہ فن ہیئت کی ہر کتاب کا جزو اعظم بنا ہوا ہے۔اس پر مستقل رسالے بھی ہر زبان اور ہر زمانہ میں غیر محصور لکھے گئے ہیں،لیکن اس وقت تک یہ سب بحثیں احکام شرعیہ کے جاننے والوں کے نزدیک محض ایک بحث وتدقیق اور علمی تفریح کے درجہ میں تھی۔ان چیزوں کو تعین قبلہ کا مدار اور اداء صلوٰۃ کا موقوف علیہ کسی ناواقف نے بھی نہ بنایا تھا۔ بلکہ سب کے نزدیک یہ امر مسلم تھا کہ اصل مدار معرفت قبلہ کا محاریب صحابہ وتابعین اور مساجد مسلمین ہیں ان کا اتباع تعیین سمت قبلہ کے لئے کافی ہے۔

لیکن پچھلے دنوں ایک مغرب زدہ مشرقی نے ایک نئے فتنہ کا دروازہ کھولا کہ ان چیزوں کو معرفت قبلہ کا مدار قرار دے دیا۔ پھر جس مسجد کے سمت قبلہ کو خودساختہ حسابات ریاضیہ کے ذرا خلاف پایا،اس کو سمت قبلہ سے منحرف اور اس میں نماز پڑھنے کو ناجائز اور اب تک جتنے لوگوں نے ان میں نمازیں ادا کیں،سب کی نمازوں کو فاسد کہہ دیا۔ پھر چونکہ بناء مساجد میں عہد صحابہ سے آج تک کسی قرن اور کسی ملک میں ان حسابات پر مدار نہیں رکھا گیا اور نہ عموماً استخراج سمت میں ان سے مدد لی گئی، بلکہ شریعت کے بتلائے ہوئے سہل اور عام طریق پر موٹے موٹے آثار وعلامات شمس وقمر اور قطب وقطب نما وغیرہ کے ذریعہ مسجدیں تعمیر کی گئی ہیں۔ ==

تتمہ؛ جواب سوال مذکور:

(از حکیم الامۃ مجدد الملۃ سیدنا حضرت مولانا تھانوی دامت برکاتہم)

علمائے امت وفقہائے ملت نے قاطبۃً بلا اختلاف تصریح فرمائی ہے کہ سمت قبلہ کا مدار آلات رصدیہ وحسابات ریاضیہ پر نہیں، بلکہ اس میں مساجد قدیمہ کا اتباع وتوافق کافی ہے۔ جن کی بنا امارات وعلامات عرفیہ پر ہے، اگرچہ قواعد ہیئت کی رو سے ان میں سمت حقیقی سے کچھ انحراف بھی ہو جس میں اصل قاعدہ سے ربع (۱) دائرہ (۹۰/درجہ) کے قریب تک یعنی دونوں جانب ثمن ثمن دائرہ (۴۵۔ ۴۵/درجہ) تک اور بنابراحتیاط مابین المغربین یعنی ہر طرف ۲۴/درجہ مجموعی ۴۸/درجہ تک گنجائش ہے۔

== اس لئے اس مشرقی کا یہ فتویٰ کسی ایک مسجد یا ایک بستی کی مسجدوں پر نہیں، بلکہ عامہ بلاد مسلمین کی جملہ مساجد پر حاوی ہوگیا اور اس نے کھلے بندوں یہ کہنا شروع کر دیا کہ عام مساجد مسلمین سمت قبلہ سے منحرف ہیں، ان میں نماز نہیں ہوتی۔ جس کے معنی یہ ہوئے کہ پوری امت محمدیہ اس کے نزدیک نماز سے محروم ہوگئی۔ (نعوذ باللہ منہ)

اس وقت بعض احباب نے احقر پر اصرار کیا کہ اس کا جواب لکھا جاوے۔ تاکہ عوام مغالطہ سے بچیں۔ لیکن مجھے غیرت آتی تھی کہ میں صحابہ وتابعین اور پوری امت محمدیہ کی نمازیں جائز وصحیح ہونے پر دلائل پیش کروں، اس لئے ان کو تو یہی لکھ دیا کہ اگر سمت قبلہ کوئی ایسا معمہ ہے جس کو حضرات صحابہ وتابعین اور تمام امت حل نہیں کرسکی تو آج بھی کسی مشرقی، مغربی یا جنوبی، شمالی کو اس کے حل کرنے کی ہوس کرنا فضول ہے اور جب کہ صحابہ وتابعین اور پوری امت کی نمازیں (معاذ اللہ) فاسد ہیں تو ہماری بھی سہی:

و أما أنا إلا من غزية إن غوت غويت وإن ترشد غزية أرشد

لیکن حال میں مخدومی جناب سید مقبول حسین صاحب بلگرامی جہانگیر آباد سے ایک استفتا مسئلہ سمت قبلہ کے متعلق لے کر تشریف لائے۔ اس کا جواب اتفاقاً کسی قدر مفصل لکھا گیا پھر موصوف نے یہ جواب سیدی ومرشدی حضرت حکیم الامت تھانوی دامت برکاتہم کی خدمت میں پیش کر دیا۔ حضرت والا دامت فضائلہم وفواضلہم نے اس کو پسند فرما کر اس کا نام بھی **تنقیح المقال فی تصحیح الاستقبال** تجویز فرمادیا یہ محض حق تعالیٰ کا فضل تھا کہ ایک بے مایہ طالب علم کی عجلت کے ساتھ چند گھنٹوں میں لکھی ہوئی تحریر کو شرف قبولیت عطا فرمایا۔

اب مناسب معلوم ہوا کہ یہ رسالہ مستقل بھی شائع ہو جاوے کہ مشرقی کے ڈالے ہوئے وساوس کا بھی علاج ہو سکے۔ **(واللہ الموفق و المعین وبه فی کل الحوائج استعین)**

نوٹ: مشرقی کے اشکالات کا مفصل جواب مع احقر کے اس رسالہ و دیگر تحریرات مفیدہ کے جناب سید مقبول حسین صاحب وصل بلگرامی مقیم خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون شائع کرنے والے ہیں، اگر کسی کو مزید تفصیل کی ضرورت ہو وہ موصوف سے منگا سکتے ہیں۔

العبد الضعیف محمد شفیع عفا اللہ عنہ، خادم دار الافتاء، دار العلوم دیوبند۔ ۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۰ھ۔ (امداد المفتین: ۳۲۰۔ ۳۲۱)

(۱) اور حدیث "ما بین المشرق والمغرب قبلة" میں ایک سہل عنوان سے یہی بتلانا مقصود ہے کہ پوری جہت جنوب قبلہ ہے اصطلاح ریاضی پر نقطہ مشرق ومغرب کی درمیان قوس مراد نہیں جس سے نصف دائرہ کا شبہ ہو سکے اور یہ ایسا ہی ہے جیسے ہمارے بلاد میں تفہیم عوام کے لیے کہا جاوے کہ شمال وجنوب کے درمیان قبلہ ہے پوری جہت مغرب۔ (منہ)

لما فی حاشیة البحر للشامی بعد نقل القولین: وهذا استحباب والأول للجواز. (۲۸۵/۱)(۱)

اس بنا پر دونوں انحراف مذکور فی السوال کے ہوتے ہوئے بھی نماز صحیح ہو جائے گی۔ لیکن اولیٰ یہ ہے کہ دوسری مساجد قدیمہ خواہ اس بستی میں ہوں یا قرب وجوار میں ہوں، ان کے موافق اس مسجد کو درست کرلیا جاوے۔ ان سب احکام کے دلائل دارالعلوم دیوبند کے فتوے میں منقول ہیں جس سے میں حرفاً حرفاً متفق ہوں۔

کتبہ اشرف علی عفی عنہ۔ ۴؍ربیع الثانی ۱۳۶۰ھ۔

ضمیمہ! سمت قبلہ معلوم کرنے کا آسان طریقہ:

(از قواعد ریاضیہ)

فتاویٰ مذکورہ سے تو اس گنجائش کا اندازہ معلوم ہوا جو سمت قبلہ کے بارہ میں شریعت نے رکھی ہے اور اگر قواعد ریاضیہ ہی سے کسی کو سمت قبلہ معلوم کرنا ہو تو اس کے بہت سے طریق علماء ہیئت وہندسہ نے لکھے ہیں جو عوام کے سمجھنے کے نہیں۔ ان میں سے ایک آسان طریق جس میں زیادہ حسابات اور رصدیات کی ضرورت نہیں۔

مکرمی مولانا عبدالکریم صاحب گمتھلوی نے اپنے خط میں بحوالہ تصریح نقل فرمایا ہے اور صاحب تصریح نے بھی اس کو سہل ترین قرار دیا ہے، اس کو بایماء حضرت مرشدی اس تحریر کے ساتھ ملحق کیا جاتا ہے۔ وهو هذا.

اطلاع:

(۱) یہ طریقہ ان مقامات کے لئے ہے؛ جو مکہ معظّمہ سے نوے ۹۰؍درجہ سے کم فاصلہ پر مشرق میں واقع ہیں، مغربی بلاد میں بھی یہ طریقہ کام دے سکتا ہے، مگر مشرق میں نصف النہار مکہ مکرمہ سے موخر ہوگا اور مغرب میں مقدم اور جن بلاد کا بعد مکہ معظّمہ سے نوے ۹۰؍درجہ یا اس سے زائد ہو وہاں نصف النہار مکہ کے وقت رات ہوگی۔ اس لئے اس جگہ مقاطر مکہ سے حساب کیا جاتا ہے؛ جس کو بوجہ عدم ضرورت کے یہاں ذکر نہیں کیا گیا۔

(۲) سمت قبلہ معلوم کرنے کا یہ طریقہ صرف ۲۹؍مئی یا ۱۴؍جولائی کو کارآمد ہوتا ہے اور یہ دونوں تاریخیں چغمینی اور اس کی شرح کے مطابق لی گئی ہیں۔ موجودہ ماہرین فن کے اقوال اس کے متعلق اور بھی ہیں مثلاً! ۲۷؍مئی یا ۱۶؛ و ۱۷؍جولائی۔ لیکن یہ کفات قلیل ہے قابل التفات نہیں ان میں سے جس تاریخ میں بھی دیکھا جاوے گا؛ سمت قبلہ صحیح نکل آوے گی۔

---

(۱) منحة الخالق علی هامش البحر الرائق، باب شروط الصلاة: ۳۰۱/۱. انیس

طریق تعیین سمت قبلہ:

جس جگہ کا سمت قبلہ معلوم کرنا ہو اول وہاں کے طول بلد کو (۱) غیاث اللغات یا کسی اٹلس سے معلوم کر کے چالیس درجے کو جو طول بلد ہے؛ مکہ مکرمہ کا، اس میں سے تفریق کر دیں اور باقی کو چار میں ضرب دے کر حاصل ضرب کو ساٹھ پر تقسیم کر کے گھنٹے منٹ بنالیں، یہ فرق وقت ہوگا مقامی نصف النہار اور نصف النہار مکہ مکرمہ میں (۲) مثلاً جہانگیر آباد کا طول بلد (۸۱) ہے؛ اس میں سے مکہ معظّمہ کے طول بلد ہ (۴۰) کو تفریق کر کے (۴۱) رہتا ہے، اس کو چار میں ضرب دینے سے (۱۶۴) منٹ فرق وقت ہوا؛ یعنی دو گھنٹے چوالیس منٹ۔

پھر ۲۹؍مئی یا ۱۴؍جولائی کو ایک فٹ یا کم وبیش مربع زمین کی سطح خوب ہموار کر کے اس کے درمیان ایک کیلی بالکل سیدھی نصب کی جاوے (وہ کیلی تقریباً ۳؍انچ ہو) اور مقامی دھوپ (۳) گھڑی سے بارہ بجے وقت ملالیں، بعد ازاں فرق وقت یعنی مثلاً جہانگیر آباد مقامی دھوپ گھڑی سے دو بج کر چوالیس منٹ پر اس کیلی کے منتہائے ظل پر ایک نقطہ لگادیں اور اس نقطہ سے کیلی کے سر پر ڈورہ رکھ کر صحیح خط کشید کریں۔

اس خط کے مطابق مسجد کی جنوبی یا شمالی دیوار قائم ہوگی، پھر جنوبی شمالی دیواریں قائم کر کے ان کے درمیان سیدھی دیوار قبلہ قائم کر دی جاوے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

احقر عبدالکریم گمتھلوی عفی عنہ از مدرسہ قدوسیہ آباد ضلع کرنال

۲۹؍ربیع الثانی ۱۳۶۰ھ۔

---

(۱) اور یہ ضرورت ہندوستان کے مشہور شہروں کا عرض بلد اور طول بلد اس تحریر کے بعد بھی ملحق کر دیا گیا ہے۔ منہ

(۲) کیونکہ آفتاب چار منٹ میں ایک درجہ طے کرتا ہے اور ضرب سے فرق وقت کے منٹ معلوم ہوں گے پھر اس سے گھنٹے بنائے جاویں۔

(۳) اور اگر وہاں دھوپ گھڑی نہ ہو، تو اس کی کیلی کے گرد ایک فٹ کا دائرہ بنا کر اسی سے دھوپ گھڑی کا کام لیا جا سکتا ہے۔ اس طرح کہ تاریخ مذکور سے ایک دو روز قبل صبح کے وقت دیکھیں کہ کیلی کا سایہ دائرہ میں کس جگہ سے داخل ہوتا ہے، وہاں بہت احتیاط سے ایک نقطہ لگادیں (اس کو مدخل ظل کہتے ہیں) پھر شام کے وقت دائرہ کی اس جگہ پر نقطہ لگائیں جہاں سے کیلی کا سایہ دائرہ سے باہر نکلے (یہ مخرج ظل ہے) پھر مدخل ظل اور مخرج ظل کے دونوں نقطوں کے درمیان خط کھینچ کر اس کے نصف پر ایک نقطہ لگائیں اور مدخل ومخرج کے درمیان دائرہ کا جو حصہ آتا ہے، اس کے نصف پر بھی ایک نقطہ لگائیں پھر ان دونوں نقطوں پر سے گزرتا ہوا ایک خط کیلی تک کھینچ دیں یہ خط خط نصف النہار کہلائے گا ۲۹ مئی یا ۱۴ جولائی کو جب کیلی کا سایہ خط نصف النہار پر پڑے اس وقت گھڑی میں بارہ بجالئے جاویں۔ منہ

نقشہ طول وعرض مشہور بلاد ہندوستان

(ماخذ از غیاث)

نام شہر	طول بلد	عرض بلد	اقلیم	نام شہر	طول بلد	عرض بلد	اقلیم
مکہ مکرمہ	ستر درجہ دس دقیقہ	اکیس درجہ چالیس دقیقہ	دوم	بنارس	ایک سو سترہ درجہ	چھبیس درجہ	دوم
مدینہ طیبہ	پچھتر درجہ بائیس دقیقہ	پچیس درجہ آٹھ دقیقہ	=	بھوپال	ایک سو گیارہ درجہ	تیئیس درجہ	=
اٹک	ایک سو چھ درجہ پانچ دقیقہ	تینتیس درجہ چوبیس دقیقہ	سوم	بیجاپور	ایک سو پانچ درجہ تیس دقیقہ	سترہ درجہ بائیس دقیقہ	دوم
اجمیر	ایک سو گیارہ درجہ پانچ دقیقہ	پچیس درجہ پچاس دقیقہ	دوم	پشاور	ایک سو چھ درجہ چالیس دقیقہ	انتیس درجہ	سوم
اجین	ایک سو بارہ درجہ تیس دقیقہ	بائیس درجہ پچیس دقیقہ	=	تربت	ایک سو دس درجہ	چالیس درجہ پانچ دقیقہ	چہارم
احمد آباد	ایک سو آٹھ درجہ	تیئیس درجہ	سوم	تھانہ بھون	؟		
آگرہ	ایک سو بارہ درجہ پینتالیس دقیقہ	ستائیس درجہ	=	تھانیسر	ایک سو بارہ درجہ تیئیس دقیقہ	انتیس دقیقہ	سوم
الہ آباد	ایک سو سولہ درجہ پچاس دقیقہ	چھبیس درجہ باون دقیقہ	=	ٹھٹھ	بیاسی درجہ تیس دقیقہ	پچیس درجہ دو دقیقہ	دوم
امروہہ	ایک سو چودہ درجہ پینتالیس دقیقہ	اٹھائیس درجہ چالیس دقیقہ	=	جلال آباد	ایک سو پانچ درجہ چالیس دقیقہ	چونتیس درجہ	سوم
اورنگ آباد	ایک سو گیارہ درجہ تیس دقیقہ	انیس درجہ پانچ دقیقہ	دوم	جونپور	ایک سو سولہ درجہ چھ دقیقہ	چھبیس درجہ گیارہ دقیقہ	=
اجودھیا	ایک سو سولہ درجہ پچیس دقیقہ	تیس درجہ پینتالیس دقیقہ	سوم	حیدرآباد دکن	ایک سو چودہ درجہ پانچ دقیقہ	اٹھارہ درجہ بائیس دقیقہ	دوم

پانی پت	ایک سو تیرہ درجہ بائیس دقیقہ	اٹھائیس درجہ پندرہ دقیقہ	=	دولت آباد	ایک سو گیارہ درجہ پانچ دقیقہ	بائیس درجہ تیس دقیقہ	=
پٹنہ	ایک سو انیس درجہ بارہ دقیقہ	چھبیس درجہ چالیس دقیقہ	=	دہلی	ایک سو دو درجہ اٹھارہ دقیقہ	اٹھائیس درجہ گیارہ دقیقہ	سوم
بدایوں	ایک سو چودہ درجہ	تیئیس درجہ بیس دقیقہ	=	دیوبند			
برہانپور	ایک سو آٹھ درجہ	بائیس درجہ	دوم	رام پور	ایک سو چودہ درجہ چھتیس دقیقہ	اٹھائیس درجہ چالیس دقیقہ	سوم
راج محل	ایک سو اکیس درجہ پانچ دقیقہ	پچیس درجہ اڑتالیس دقیقہ	سوم	کالپی	ایکسو پندرہ درجہ	پچیس درجہ تیس دقیقہ	سوم
سرونج	ایک سو چودہ درجہ چالیس دقیقہ	چوبیس درجہ اڑتالیس دقیقہ	=	صوبہ گجرات	ایک سو آٹھ درجہ اٹھائیس دقیقہ	تیئیس درجہ	دوم
شری نگر	ایک سو بارہ درجہ باون دقیقہ	تینتیس درجہ دس دقیقہ	=	کرانہ	ایک سو تیرہ درجہ	اٹھائیس درجہ چالیس دقیقہ	سوم
سراندیپ	ایک سو تیس درجہ پانچ دقیقہ	دو درجہ تیس دقیقہ	اول	کشمیر	ایک سو سات درجہ آٹھ دقیقہ	تینتیس درجہ	چہارم
سنبھل	ایک سو چودہ درجہ چھبیس دقیقہ	اٹھائیس درجہ تیس دقیقہ	سوم	گوالیار	ایک سو چودہ درجہ	تیئیس درجہ چھپن دقیقہ	دوم
سومناتھ	ایک سو سات درجہ	بائیس درجہ	دوم	لاہور	ایک سو نو درجہ بائیس دقیقہ	اکتیس درجہ پچاس دقیقہ	سوم
سیالکوٹ	ایک سو آٹھ درجہ پانچ دقیقہ	بتیس درجہ چار دقیقہ	سوم	لکھنؤ	ایک سو سولہ درجہ تیرہ دقیقہ	چھبیس درجہ تیس دقیقہ	سوم
سرہند	ایک سو گیارہ درجہ بیس دقیقہ	انتیس درجہ تیس دقیقہ	=	لدھیانہ	ایک سو دس درجہ چالیس دقیقہ	انتیس درجہ تیس دقیقہ	=

سہارنپور		؟	سوم	مونگیر	ایک سوبیس درجہ گیارہ دقیقہ	چھبیس درجہ چھ دقیقہ	سوم
قنوج	ایک سو پندرہ درجہ پندرہ دقیقہ	چھبیس درجہ پچاس دقیقہ	=	سندراس	نامعلوم	تیرہ درجہ	=
کانگڑا	ایک سو دس درجہ پینتیس دقیقہ	تیس درجہ پچاس دقیقہ	=	ہری دوار	ایک سوتیرہ درجہ	انتیس درجہ چالیس دقیقہ	=

نوٹ:

طول بلاد اور عرض بلاد کا ایک نقشہ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی کتاب ''مالابد منہ'' میں بھی چھپا ہوا ہے، وہ کسی قدر غیاث سے مختلف ہے، عمل کرنے کے وقت اس کو بھی دیکھ لیا جاوے اور اختلاف کے موقع پر مالابد منہ کے نقشہ کو ترجیح دی جاوے۔

محمد شفیع عفا اللہ عنہ

مفید معلومات:

(۱) کل ربع مسکون کا طول بحر محیط کے ساحل غربی سے ساحل شرقی تک بطلیموس کے نزدیک ایک سو ستتر درجہ عرض ۹ ۷/درجہ ہے اور اکثر محققین کے نزدیک طول بلاد کی ابتدا جزائر خالدات سے کی گئی ہے جو مغربی جانب میں منتہائے آبادی ہے اور منتہاء طول گنگ وزگہ پر جو مشرق جانب میں منتہائے آبادی۔ اور یہ کل طول ایک سو اسی ۱۸۰/ درجہ اور عرض خط استوا سے جانب شمال کی انتہائے آبادی تک چھیاسٹھ درجہ ہے۔

(۲) زمین کے ایک درجہ کی مسافت ٦٦ ۱/۲ (ساڑھے چھیاسٹھ) میل چھ سو چھیاسٹھ گز ہے اور مسافت ایک دقیقہ ارضی کی ایک میل چار سو چوالیس گز ہے۔

(۳) میل چار ہزار گز ہوتا ہے۔

(۴) آفتاب اپنی حرکت عرضیہ میں ایک درجہ چار منٹ میں طے کرتا ہے۔ (واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم)

(فتاویٰ دار العلوم مسمی امداد المفتین: ۲/ ۳۵۳-۳٦٦) ☆

☆ سمت قبلہ کا مطلب:

سوال: نماز پڑھتے وقت کعبہ کا تعین مغرب کی سمت میں کیا جاتا ہے، جب کہ ضروری نہیں کہ دنیا کے ہر حصے کے لئے ==

سمت قبلہ فقہی دلائل کی روشنی میں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ! یہاں ایک مسجد کے پیش امام صاحب نماز پڑھانے میں اپنا رخ مسجد کے سامنے نہیں رکھتے، بلکہ تھوڑا سا ٹیڑھا سا فرق کر لیتے ہیں؛ جب کہ مسجد قطب نما سے بالکل صحیح ہے، مسجد کے مؤذن صاحب کہتے ہیں کہ اگر تھوڑا سا فرق ہو تو نماز ہو جاتی ہے، لیکن امام صاحب کا کہنا ہے کہ نماز بالکل نہیں ہوگی، امام صاحب نے لوگوں کو قبلہ نما دکھلایا، جس سے پتہ چلتا ہے کہ کراچی شہر کا قبلہ تھوڑا بائیں جانب ہے، اب چونکہ تمام مسجدیں بلکہ پورے پاکستان اور ہندوستان کی تمام مساجد کا رخ قطب نما سے ہے، تو کیا اب پورے ملک کی مساجد کو از سر نو تعمیر کیا جاوے؛ یا ان میں صرف لکیریں دوسری لگا دی جائیں، تاکہ نمازیں صحیح سمت میں ادا کی جائیں اور اگر نماز میں کوئی فرق اس تھوڑے فرق سے نہ آتا ہو، تو شرعی رو سے ہم کو مطلع کیا جائے، تو جناب کی نوازش ہوگی، بندہ کو جلد از جلد خط کے ذریعہ جواب سے مطلع کیا جائے، تاکہ لوگوں کا دلی وسوسہ ختم ہو کر اطمینان قلب ہو؟ (مصلیان مسجد اقصیٰ کراچی)

الجواب ــــــــــــــــــــ باسمه تعالیٰ

مختصر جواب یہ ہے کہ قبلہ میں تھوڑا سا فرق ہونے سے کچھ فرق نہیں پڑتا ہے، نماز صحیح ہو جاتی ہے۔ لہٰذا صفوں کے نشانات کو بدلنے کی ضرورت نہیں ہے، بیت اللہ سے پینتالیس درجہ تک شمالاً یا جنوباً انحراف مفسد نہیں ہے، اس سے زیادہ ہو تو مفسد ہے، تشفی کے لئے درج ذیل چند نکات لکھ رہا ہوں۔

(۱) اصل اس معاملہ میں یہی ہے کہ ہم اہل مشرق کے لئے سمت مغرب قبلہ ہے، اگر تھوڑا سا فرق ہو جائے تو قبلہ کی سمت صادق آجاتی ہے۔

== یہ اصول درست ہو۔ اگر یہ اصول محض اس لئے وضع کیا گیا تھا کہ تمام مسلمان ایک سمت کو سجدہ کریں تو نماز میں یہ کہنا کہاں تک درست ہے کہ "میرا رخ کعبے شریف کی طرف ہے" جب کہ ہم کو یقین ہے کہ ہمارا منہ مغرب کی طرف ہے۔

الجواب ــــــــــــــــــــ

غالباً آپ یہ سمجھ رہے ہیں کہ تمام دنیا کے مسلمان خواہ وہ کہیں آباد ہوں، نماز کے وقت مغرب کا رخ کرتے ہیں، حالانکہ واقعہ یہ نہیں ہے۔ اصل میں ہمیں نماز کے اندر کعبہ مشرفہ کی طرف رخ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ہندوستان اور پاکستان وغیرہ کے لحاظ سے چونکہ کعبہ مغرب کی سمت میں ہے، اس لئے یہاں کے باشندے مغرب کا رخ کرتے ہیں، لیکن جو لوگ مغربی ممالک مثلاً یورپ اور امریکہ وغیرہ میں بستے ہیں، وہ نماز کے وقت مغرب کی بجائے مشرق کی طرف منہ کرتے ہیں۔ مدینہ طیبہ کے باشندے جنوب کی طرف رخ کرتے ہیں، اور جنوبی افریقہ کے لوگ شمال کی طرف۔ خلاصہ یہ ہے کہ اصل چیز کعبہ ہی کا استقبال ہے، وہ جس خطہ کے لحاظ سے جس سمت میں ہو ادھر ہی کا رخ کیا جائے گا۔ واللہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ۔ ۲۰/ربیع الاول ۱۳۸۷ھ۔ (فتاویٰ عثمانی: ۱/۴۰۰)

(۲) سنت قبلہ کی تعیین اور بنائے مساجد میں سنت صحابہ وتابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین سے آج تک یہ ہے کہ جس بلدہ میں مساجد قدیمہ مسلمانوں کی تعمیر کردہ موجود ہوں ان کا اتباع کیا جائے، ایسے مقامات میں آلات رصد یہ اور قواعد ریاضیہ کی تدقیق میں پڑنا سنت کے خلاف اور نا مناسب اور باعث تشویش ہے ہاں جنگلات اور ایسی نو آبادیات میں جن میں مساجد قدیمہ موجود نہ ہوں، وہاں قواعد ریاضیہ سے مدد لی جائے تو مضائقہ نہیں، گوان سے مدد لینا ضروری وہاں بھی نہیں بلکہ وہاں بھی تحری اور تخمینہ قریبی آبادیوں کی مساجد کا کافی ہے اور اگر مساجد بلدہ کی سمتیں کچھ باہم متخالف ہوں، تو بظن غالب یا چند تجربہ کار مسلمانوں کے اندازہ سے جوان میں سے زیادہ اقرب ہو، اس کا اتباع کرلیا جائے۔ البتہ اگر کسی بلدہ کی عام مساجد کے متعلق قوی شبہ ہو جاوے کہ وہ سمت قبلہ سے اس درجہ منحرف واقع ہیں کہ نماز ہی درست نہیں ہوگی، تو ایسی صورت میں ان کا اتباع نہ کیا جائے گا، بلکہ یا قواعد ریاضیہ سے سمت قبلہ کا استخراج کیا جاوے یا اس بلدہ کے قریب کی کسی مسجد سے تخمینہ کرکے سمت قبلہ متعین کی جاوے۔

مسئلہ سمت قبلہ کی تحقیق کے لئے ایک بات کی توضیح ضروری ہے، وہ یہ کہ استقبال قبلہ جو نماز میں فرض ہے؛ اس کی حد ضروری کیا ہے؟

اس مسئلہ کے متعلق مذہب مختار حنفیہ کا یہ ہے کہ جو شخص بیت اللہ شریف کے سامنے ہو، اس کے لئے عین کعبہ کا استقبال فرض ہے اور جو کعبہ سے غائب ہے، اس کے ذمہ جہت کعبہ کا استقبال ہے، عین کعبہ کا نہیں۔

جیسا کہ بدائع الصنائع میں ہے:

"وإن كان نائيًا عن الكعبة غائبًا يجب عليه التوجه إلٰى جهتها وهي المحاريب المنصوبة بالأمارات الدالة عليها لا إلٰى عينها وتعتبر الجهة دون العين كذا ذكر الكرخي والرازي وهو قول عامة مشائخنا بما وراء النهر، وقال بعضهم: المفروض إصابة عين الكعبة بالاجتهاد و التحري وهو قول أبي عبد الله البصري. (۱)

اسی طرح "ہدایہ" میں ہے:

"ومن كان غائبًا ففرضه إصابة جهتها هو الصحيح؛ لأن التكليف بحسب الوسع". (۲)

پھر جہت قبلہ کے معنی یہ ہیں کہ ایک خط جو کعبہ پر گزرتا ہوا جنوب وشمال پر منتہیٰ ہو جاوے اور نمازی کے وسط جبہہ

(۱) بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع للكاساني، كتاب الصلاة، فصل في شرائط الأركان: ۱۱۸/۱، ط: ايچ، ايم

(۲) الهداية في شرح بداية المبتدي لبرهان الدين المرغيناني، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة التي تتقدم: ۹۵/۱ —ط: رحمانيه، لاهور

سے ایک خط مستقیم نکل کر اس پہلے خط سے اس طرح تقاطع کرے کہ اس سے موقع تقاطع پر دو زاویہ قائمہ پیدا ہو جاویں؛ وہ قبلہ مستقیم ہے۔

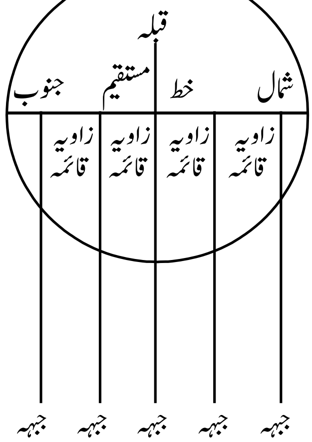

اور اگر نمازی اتنا منحرف ہو کہ وسط جبہہ سے نکلنے والا خط تقاطع کر کے زاویہ قائمہ پیدا نہ کرے بلکہ حادہ یا منفرجہ پیدا کرے لیکن وسط جبہہ کو چھوڑ کر پیشانی کے اطراف میں کسی طرف سے نکلنے والا خط زاویہ قائمہ پیدا کر دے تو وہ انحراف قلیل ہے اس سے نماز صحیح ہو جائے گی اور اگر پیشانی کی کسی طرف سے بھی ایسا خط نہ نکل سکے جو خط مستقیم پر زاویہ قائمہ پیدا کر دے، تو وہ انحراف کثیر ہے، اس سے نماز نہ ہوگی اور علماء ہیئت و ریاضی نے انحراف قلیل و کثیر کی تعیین اس طرح کی ہے کہ ٤٥ درجہ تک انحراف ہو تو قلیل، اس سے زائد ہو تو کثیر اور مفسد صلاۃ ہے۔

انحراف قلیل و کثیر کی تعیین میں فقہاء امت اور علماء ہیئت کے اور بھی اقوال ہیں جن میں سے بعض اس سے زیادہ وسعت کو چاہتے ہیں اور بعض میں اس سے کم کی گنجائش ہے، اس جگہ اوسط سمجھ کر اس قول کو اختیار کیا گیا ہے اور وہ سب اقوال ذیل میں مذکور ہیں۔

(١)　”درمختار“ میں ہے:

”المفهوم مما قدمناه عن المعراج والدرر من التقييد بحصول زاويتين قائمتين عند انتقال المستقبل لعين الكعبه يمينًا أو يسارًا أنه لا يصح لو كانت إحداهما حادة والأخرىٰ منفرجة بهذه الصورة:

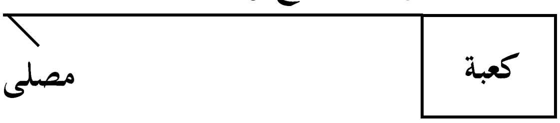

(إلىٰ أن قال): فعلم أن الانحراف اليسير لا يضر، وهو الذى يبقىٰ معه الوجه أو شىء من جوانبه مسامتًا لعين الكعبة أو لهوائها بأن يخرج الخط من الوجه أو من بعض جوانبه ويمر على الكعبة أو

هوائها مستقيمًا،ولايلزم أن يكون الخط الخارج على استقامة خارجًا من جبهة المصلى بل منها أومن جوانبها.(١)

(٢) ''فتاویٰ خیریہ'' میں ہے:

''وعن أبى حنيفة المشرق قبلة أهل المغرب،والمغرب قبلة أهل المشرق والجنوب قبلة أهل الشمال،والشمال قبلة أهل الجنوب وعليه فالانحراف قليلاً لا يضر.(٢)

(٣) ''البحر الرائق'' میں ہے:

''(قوله:ولغيره إصابة جهتها)أى لغير المكى فرضه إصابة جهتها وهو الجانب الذى إذا توجه إليه الشخص يكون مسامتًا للكعبة أولهوائها أما تحقيقاً بمعنى أنه لوفرض خط من تلقاء وجهه علٰى زاوية قائمة إلى الأفق يكون مارًا على الكعبة أوهوائها وأما تقريبًا بمعنى أن يكون ذلك منحرفًا عن الكعبه أوهوائها انحرافاً لا تزول به المقابلة بالكلية بأن بقى شيء من سطح الوجه مسامتًا لها؛لأن المقابلة إذا وقعت فى مسافة بعيدة لا تزول بما نزل به من الانحراف لوكانت فى مسافة قريبة ويتفاوت ذلك بحسب تفاوت البعد وتبقٰى المسامة مع انتقال مناسب لذلك البعد،فلوفرض مثلاً خط من تلقاء وجه المستقبل للكعبة على التحقيق فى بعض البلاد وخط آخر يقطعه علٰى زاويتين قائمتين من جانب يمين المستقبل وشماله لا تزول تلك المقابلة بالانتقال إلى اليمين والشمال علٰى ذلك الخط بفراسخ كثيرة،ولهذا وضع العلماء قبلة بلد و بلدين وبلاد علٰى سمت واحد.(٣)

(٤) ''فتاویٰ قاضی خان'' میں ہے:

''ومن كان خارجًا عن مكة فقبلته جهة الكعبة وهوقول عامة المشائخ هوالصحيح،هكذا فى التبيين،وجهة الكعبة تعرف بالدليل،والدليل فى الأمصاروالقرى المحاريب التى نصبها الصحابة والتابعون فعلينا اتباعهم فإن لم تكن فالسوال من أهل ذلك الموضع وأما فى البحار و المفاوزفدليل القبلة النجوم،هكذا فى فتاوى قاضيخان.(٤)

(١) ردالمحتارعلى الدرالمختار،كتاب الصلاة،مبحث فى استقبال القبلة: ٤٢٩/١-٤٣٠،ط:ايچ،ايم، سعيد

(٢) الفتاوىٰ الخيرية لنفع البرية للشيخ خيرالدين الرملى،كتاب الصلاة: ٧/١،ط:بولاق مصر

(٣) البحرالرئق شرح كنز الدقائق،كتاب الصلاة،باب شروط الصلاة: ٢٨٤/١، ط:رشيديه كوئٹة

(٤) الفتاوى الهندية،كتاب الصلاة،الباب الثالث فى شروط الصلاة،الفصل الثالث فى استقبال القبلة : ٦٣/١، ط:ايچ،ايم سعيد

(۵)　''فتاویٰ خیریہ'' میں ہے:

''(سئل)ومن القواعد الفلكية إذاكان الانحراف عن مقتضى الأدلة أكثرمن خمس وأربعين درجة يمنة ويسرة يكون ذلك الانحراف خارجًا عن جهة الربع الذى فيه مكة المشرفة من غيرإشكال(إلىٰ)فهل هذه المحاريب المزبورة انحرافها كثيرفاحش يجب الانحراف فيها يسرة إلىٰ جهة مقتضى الأدلة والحالة ما ذكرأم لا؟وإذا قلتم يجب فهل إذا عاند شخص وصلى فى هذه المحاريب بعد إثبات ما ذكرتكون صلاته فاسدة،الخ.

(أجاب)حيث زالت بالانحراف المذكورالمقابلة بالكلية بحيث يبقىٰ من سطح الوجه مسامتًا للكعبة عدم الاستقلال المشروط لصحة الصلاة بالإجماع وإذا عدم الشرط عدم المشروط.(١)

(٦)　''فتاویٰ شامی'' میں ہے:

''فلوفرضنا خطاً من تلقاء وجه مستقبل الكعبة على التحقيق فى هذه البلاد ثم فرضنا خطاً آخريقطعه على زاويتين قائمتين من جانب يمين المستقبل وشماله لا تزول تلك المقابلة والتوجه بالانتقال إلى اليمين والشمال علىٰ ذلك الخط بفراسخ كثيرة،فلذا وضع العلماء القبلةفى بلاد قريبة علىٰ سمت واحد،آه.

ونقله فى الفتح والبحروغيرهما وشروح المنية وغيرها،وذكره ابن الهمام فى زاد الفقير.

وعبارة الدررهكذا: وجهتها أن يصل الخط الخارج من جبين المصلى إلى الخط المار بالكعبة على استقامة بحيث يحصل قائمتان،أونقول:هوأن تقع الكعبة فيما بين خطين يلتقيان فى الدماغ فيخرجان إلى العينين كساقى مثلث،كذا فيما قال النحريرالتفتازانى فى شرح الكشاف،فيعلم منه أنه لوانحرف عن العين انحرافاً لا تزول منه المقابلة بالكلية جاز،ويؤيده ما قال فى الظهيرية:إذا تيامن أوتياسرتجوز؛لأن وجه الإنسان مقوس؛لأن عند التيامن أوالتياسر يكون أحد جوانبه إلى القبلة،انتهىٰ كلام الدرر.

وقوله:فى الدررعلى استقامة متعلق بقوله يصل؛لأنه لووصل إليه معوجًا لم تحصل قائمتان بل تكون إحداهما حادة والأخرىٰ منفرجة كما بينا.ثم إن الطريقة التى فى المعراج هى الطريقة الأولىٰ التى فى الدرر،إلا أنه فى المعراج جعل الخط الثانى مارًا على المصلى علىٰ ما هو المتبادرمن عبارته،وفى الدررجعله مارًا على الكعبة،الخ.(٢)

(١)　الفتاوى الخيرية لنفع البرية للشيخ خير الدين الرملى،كتاب الصلاة،: ٩/١،ط:بولاق مصر

(٢)　رد المحتارعلى الدرالمختار،كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة،مبحث فى استقبال القبلة: ٤٢٨/١-٤٢٩-

حسابات، آلات مثلاً قطب نما اور قبلہ نما سے نکالی ہوئی سمت قبلہ میں بھی اہل فن کا اکثر اختلاف رہتا ہے۔اس لئے کہ اگر طول بلد اور عرض بلد کے معلوم کرنے میں تھوڑا سا فرق ہوگیا یا قطب نما کی سوئی لوہا نزدیک ہونے کی وجہ سے ہل گئی تو سمت کہیں سے کہیں پہنچ جاتی ہے، جیسا کہ البحر الرائق اور ردالمحتار میں لکھا ہے کہ علما کا اتفاق ہے کہ دنیا کی تمام مساجد محض تحری وتخمینہ سے قائم کی گئی ہیں؛ لیکن مسجد نبوی کی سمت قبلہ وحی اور مکاشفہ کے طور پر کی گئی ہے، کیونکہ حق تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے بیت اللہ کو معجزہ کے طور پر سامنے کردیا تھا، اس کو دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد مدینہ کی سمت قبلہ قائم فرمائی۔اس لئے امت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اجماع ہے کہ مسجد نبوی کی سمت قبلہ بالکل یقینی ہے۔

”ومحاريب الدنيا كلها نصبت بالتحرى حتىٰ منىٰ ولم يزد عليه شيئًا وهذا خلاف ما نقل عن أبى بكر الرازى فى محراب المدينة أنه مقطوع به،فإنه إنما نصبه رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بالوحى بخلاف سائر البقاع حتىٰ قيل إن محراب منىٰ نصب بالتحرى والعلامات وهو أقرب المواضع إلىٰ مكة.(١)

لیکن حسابات ریاضیہ سے جب دیکھا گیا تو وہ بھی صحیح نہیں اتری، چنانچہ مصر کے امیر ابن طولون نے جب مصر میں اپنی جامع مسجد بنانے کا ارادہ کیا، تو چند ماہرین ہندسہ کو مدینہ منورہ بھیج کر پہلے مسجد نبوی کی سمت قبلہ کو آلات رصدیہ (یعنی قطب نما وغیرہ) سے جانچا، تو معلوم ہوا کہ آلات کے ذریعہ نکالے ہوئے خط سمت قبلہ سے مسجد نبوی کی سمت دس درجہ مائل بہ جنوب ہے، جیسا کہ مقریزی نے ”کتاب الخطط“ میں بالفاظ ذیل ذکر کیا ہے:

”إن أحمد بن طولون لما عزم علىٰ بناء هذا المسجد بعث إلىٰ محراب مدينة رسول الله صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم من أخذ سمته فإذا هو مائل عن خط سمت القبلة المستخرج بالصناعة نحو عشر درجة إلىٰ جهة الجنوب.(٢)

”احمد بن طولون نے جب اپنی جامع مسجد بنانے کا ارادہ کیا، تو چند اہل فن کو مدینہ طیبہ بھیج کر مسجد نبوی کی سمت قبلہ بذریعہ آلات رصدیہ نکلوائی، دیکھا تو حسابات کے ذریعہ نکالی ہوئی سمت سے قبلہ دس درجہ مائل بجنوب ہے“۔

جو لوگ آلات رصدیہ کو سمت قبلہ کا مدار رکھنا چاہتے ہیں ان کی تجویز پر مسجد نبوی کی سمت قبلہ بھی درست نہیں رہتی، اس لئے ان لوگوں کو اچھی طرح غور وفکر کرنا چاہئے، مختلف کتابوں کی متعدد عبارات مذکورہ سے یہ بات معلوم ہوئی ہے

---

(١)　البحر الرائق شرح كنز الدقائق، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة: ٢٨٧/١، ط: ايچ، ايم، سعيد

(٢)　كتاب المواعظ والاعتبار بذكر الخطط والآثار المعروف بالخطط للمقريزى للشيخ تقى الدين أبى العباس المقريزى (المتوفى: ٨٤٥هـ) ذكر المحاريب التى بديار مصر وسبب اختلافها، الخ: ٢٥٦/٢، ط: بيروت

کہ بلاد بعیدہ میں سمت قبلہ ٹھیک کرنے کا شرعی طریقہ جو سلف سے چلا آرہا ہے، وہ یہ ہے کہ جن شہروں میں پرانی مساجد موجود ہیں ان کا اتباع کیا جائے؛ کیونکہ اکثر شہروں میں تو خود صحابہ کرام وتابعین عظام نے مساجد کی بنیاد ڈالی اور سمت قبلہ متعین فرمائی ہے اور پھر انہی کو دیکھ کر دوسری بستیوں میں مسلمانوں نے اپنی اپنی مساجد بنائی ہیں، اس لئے یہ سب مساجد مسلمین سمت قبلہ معلوم کرنے کے لئے کافی وافی ہیں، ان میں بلاوجہ شبہات فلسفیہ نکالنا شرعاً اچھا نہیں، بلکہ مذموم اور تشویش کا سبب ہے۔

بلکہ بسا اوقات ان تدقیقات میں پڑنے کا یہ نتیجہ ہو جاتا ہے کہ حضرات صحابہ وتابعین اور عامہ مسلمین پر بدگمانی ہو جاتی ہے کہ ان کی نمازیں اور قبلہ درست نہیں، حالانکہ یہ باطل محض اور سخت جسارت ہے۔ جیسا کہ ردالمحتار میں ہے:

”والظاهر أن الخلاف في عدم اعتبارها (النجوم) إنما هو عند وجود المحاريب القديمة، إذ لا يجوز التحري معها كما قدمناه، لئلا يلزم تخطئة السلف الصالح وجماهير المسلمين“. (۱)

عبارات مذکورہ کا خلاصہ یہ ہے کہ سمت قبلہ اور استقبال قبلہ کی جو حد ضروری معلوم ہوئی ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ انسان کے چہرہ کا کوئی ذرا سا ادنیٰ حصہ خواہ وسط چہرہ کا ہو یا داہنی، بائیں جانب کا بیت اللہ شریف کے کسی ذرا سے حصہ کے ساتھ مقابل ہو جاوے۔

اور فن ریاضی کی اصطلاح میں یہ ہے کہ عین کعبہ سے پینتالیس درجہ تک بھی دائیں یا بائیں انحراف ہو جاوے تو استقبال فوت نہیں ہوتا اور نماز صحیح ہو جاتی ہے، اس سے زائد انحراف ہو تو استقبال فوت ہو کر نماز فاسد ہو جائے گی۔

اس سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ انحراف قلیل جو عام طور پر کہیں جنوباً کہیں شمالاً واقع ہو جاتا ہے، یہ نا قابل التفات ہے اس کی وجہ سے نہ کسی مسجد کی جہت بدلنے کی ضرورت ہے نہ اس کو قائم رکھتے ہوئے کسی طرف مائل ہونے کی ضرورت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ محمد انعام الحق۔ (فتاویٰ بینات: ۱۹۳/۲-۲۰۱)

جہت کعبہ کی شرعی حد:

سوال (الف): میں کناڈا کا باشندہ ہوں۔

مسئلہ: بعض مسلمانوں کے مابین اختلاف پیدا ہو گیا، بعض یہ کہتے ہیں کہ نماز پڑھنے کے وقت جب کہ مسجدیں نہ ہوں، یا مسجدیں ہوں، لیکن بیچ میں کوئی چیز حائل ہو تو جو راستہ اقرب الی الکعبہ ہو وہیں سے اتجاہ قبلہ ہو سکتا ہے اور

(۱) رد المحتار على الدر المختار، كتاب الصلاة، مبحث في استقبال القبلة: ۴۳۱/۱، ط: ايچ ايم سعيد

بعض کہتے ہیں کہ خواہ کہیں بھی کھڑے ہوں، اتجاہ قبلہ اور استقبال قبلہ ہونا چاہیے، اس سلسلے میں صحیح مسئلہ کیا ہے جواب سے نواز کر عنداللہ ماجور ہوں۔

(ب) مزید یہ کہ بعض کہتے ہیں کہ ﴿وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ﴾(۱) سے استدلال کرتے ہیں جب کہ وہ عالم دین ہیں، تو کیا ان کے لیے اس آیت سے استدلال کرنا جائز ہے؟

(ج) بعض حضرات ایسے بھی ہیں جو مسجدوں میں نمازیں پڑھتے ہیں، حالاں کہ وہ مسجدیں قبلہ سے منحرف ہیں ہمارے بتانے کے بعد بھی وہ نہیں مانتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ اس سے فتنہ کا اندیشہ ہے اور یہ چیز مشکل بھی کہ مسجدوں کی جہت بدلیں، نیز یہ کہ وہی لوگ اپنے گھروں میں جب نماز پڑھتے ہیں، تو جہت دوسری ہوتی ہے، اس سلسلہ میں مسئلہ شرعیہ کیا ہے؟

(د) ہماری خواہش ہے کہ آپ ناصحانہ طور پر یہ بھی تحریر فرمائیں کہ استقبال قبلہ برائے نماز ضروری ہے جیسے نماز کے لیے وضو ضروری ہے، تاکہ لوگ صحیح جہت پر نماز پڑھ کر ثواب کے مستحق ہوں۔

نوٹ: اگر ممکن ہو بغیر کسی وقت کے تو برائے کرم یہ تحریر فرمائیں کہ اس کے جواب پر حضرت مولانا انعام الحق صاحب یا جو بھی مرکز میں اس کے ذمہ دار ہوں، اس پر دستخط فرمائیں تاکہ لوگ دیکھ کر منکر سے بچ سکیں۔

قياس حكم استقبال الكعبة على حكم الوضوء قياس فاسد غير صحيح في عامة الأحوال و الظروف، لأن الوضوء أمر مشاهد اختياري، ومواجهة القبلة لاتكون محسوسة ولا اختيارية بل هي مستندة إلى الكتاب والسنة والاستنباط الشرعية كما في المقدمات المذكورة.

الجواب ———————— وباللّٰه التوفيق

نوٹ: مستفتی صاحب نے جو زبانی باتیں بیان کی تھیں ان باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں (کناڈا) میں یہ اختلاف علما کے درمیان میں ہے اور وہ سب دلائل کے ساتھ بحث کرتے ہیں، اس لیے بطور اصول موضوعہ چند مقدمات درج ہیں، اس کے بعد حکم شرع مذکور ہوگا۔

پہلے یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اصل کعبہ وقبلہ یہ عمارت متعارفہ نہیں ہے، بلکہ وہ حصہ زمین اور اس کی فضا ہے جو عنان سماء تک ہے جس پر یہ عمارت کھڑی ہے اور اس کی دلیل وہ حدیث ہے کہ جب اس عمارت قبلہ کو ایک حبشی منہدم کر دے گا جب بھی اسی جہت پر نماز پڑھی جائے گی۔

تو روایات اور حدیث کی مدد سے کعبہ کی حقیقت نکلی، باقی موجودہ عمارت قبلہ اس عین کعبہ پر علامت ہے، اس لیے

(۱) سورة البقرة: ۱۱۵-انیس

عرف میں بھی اس عمارت کو قبلہ وکعبہ کہتے ہیں اور یہ عمارت بیش از بیش ۲۲×۲۸ فٹ مربع میں ہے اور بس۔اور اس عمارت کے اردگرد مسجد حرام ہے۔

اس تمہید کے بعد یہ سمجھئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نبوت سے قبل برابر اسی کعبہ کی جانب رخ کر کے نماز پڑھتے تھے، چونکہ مکہ مکرمہ میں تھا، بعد ہجرت تقریباً ۱۸/ماہ بیت المقدس کی جانب نماز پڑھی گئی تھی، مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش یہی تھی کہ مکہ مکرمہ میں جو کعبہ مشرفہ ہے، اسی جانب نماز پڑھی جائے اس خواہش مبارکہ کو اللہ تعالیٰ نے اس منطوق میں بیان فرمایا ہے۔

﴿قَدْ نَرىٰ تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَاكُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهُ﴾(سورۃالبقرۃ:١٤٤)

ان آیات میں منجملہ اشارات کے ایک اشارہ یہ بھی ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر عین کعبہ منکشف فرمایا گیا تھا، جیسا کہ ﴿ قَدْ نَرىٰ تَقَلُّبَ وَجْهِكَ (إلٰی قوله) قِبْلَةً تَرْضٰهَا﴾ کے منطوق کے اندر اس کا صریح اشارہ متحقق ہے۔لیکن سب پر عین کعبہ کا منکشف ہونا دشوار اور متعذر تھا، اس لیے امت کو جو حکم دیا گیا، اس میں جمع کا صیغہ ﴿وَحَيْثُ مَاكُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهُ﴾ بول کر آسان کر دیا گیا۔

اور دوسرا اشارہ ﴿فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ﴾ میں یہ بھی ہے کہ وجہ کو جانب قبلہ پھیرنے کا حکم ہے اور وجہ نام ہے ”بين الأذنين وبين أقصاء الناصية إلٰى حاشية السفلى عن اللحية“ (۱) کا اور یہ حصہ وجہ مدور نصف دائرہ کے قریب قریب ہے۔نیز آیت کریمہ ﴿فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهُ﴾ سے اشارہ ہے کہ اگر چہ عین قبلہ کی جانب اشارہ نہ ہو، تو محض مسجد حرام کے کسی حصہ کی جانب مواجہت ہو جائے، تو یہ بھی کافی ہے۔

پس حاصل یہ نکلا کہ وجہ مصلی کے کسی بھی حصہ سے خواہ احدالاذنین کی جانب سے اقصاء ناصیہ کی جانب سے خواہ لحیہ کے حاشیہ سفلی کی جانب کہیں سے بھی کوئی خط مستقیم نکل کر سیدھا مسجد حرام کے کسی بھی حصہ تک پہنچ جائے تو نص قرآنی میں ذکر کردہ مواجہت حاصل ہو کر نماز صحیح ادا ہو جائے گی۔

اور ایسی مواجہت کو فقہا مواجہت فی الجملہ سے تعبیر فرماتے ہیں۔

مقدمہ:(۲) نیز ان آیات سے یہ حکم تو اس وقت مستنبط ہوگا جس وقت یہ معلوم ہو کہ میرا قبلہ مشرق میں

---

(۱) والوجه إسم لعضو معلوم مشتق من المواجهة وحده من منابت الشعر إلى منتهى الذقن طولاً ومابين الأذنين عرضاً.(تفسير المظهرى،تفسير سورة المائدة: ٤٤/٣/كذا فى جامع البيان للطبرى،القول فى تأويل قوله تعالىٰ: فاغسلوا وجوهكم: ١٦٤/٨،انيس)

ہے، یا مغرب میں ہے، یافلاں جانب میں ہے،لیکن اگر مسلمان کسی ایسی جگہ پہنچ جائے کہ اس کو پتہ ہی نہ چل سکے کہ میرا قبلہ کس جانب کو ہے اور نہ کوئی بتلانے والا ہی ہو جواس کو جہت قبلہ بتلا سکے سمندر، میدان اور جنگل میں ایسا ہوسکتا ہے جیسا کہ حضرات صحابہ کو علاقہ بربر کے جنگلات میں پہنچ کر پیش آیا، یا دور نبوت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں بعض صحابہ کو اندھیری رات میں ایسی جگہ پہنچ جانے پر نماز عشا ادا کرتے وقت پیش آ گیا کہ کسی کو جہت کا اندازہ نہ ہوسکا۔اور اپنا کوئی عضو بھی نظر نہ آ سکا مگر نماز عشا جماعت سے پڑھنی مطلوب تھی،امام کی آواز سے صف بستہ ہوکر نیت باندھ کر نماز ادا کرنا شروع کر دیا درمیان ادائیگی کسی کا سر کسی کے کمر سے ٹکرایا اور کسی کا سر کسی کی پشت سے ٹکرایا وغیرہ ذلک،مگر جیسی قدرت تھی اس کے اعتبار سے سب نے نماز عشا با جماعت ادا کر لی اور سلام پھیرنے کے بعد چوں کہ صحبت رسول علیہ السلام کے فیض سے فہم سلیم اعلیٰ درجہ کا حاصل تھا،اس لیے سب نے یہ طے کر لیا کہ اسی حالت میں سب لوگ اپنی اپنی قیام گاہ پر اور اپنے اپنے سجدہ گاہ پر کوئی چیز رکھ کر علامت قائم کر لیں اور اجالا ہونے پر دیکھا جائے کہ کس نے کس جانب نماز پڑھی، کس کی نماز صحیح ہوئی اور کس کی نماز صحیح نہیں ہوئی،سورج نکلنے کے بعد صورت حال ایسی نکلی کہ یہ صحابہ خود فیصلہ نہ کر سکے تو جب مدینہ طیبہ واپس آ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کے پشت کی جانب امام تھا اس کی نماز نہیں ہوئی،اسی طرح جو شخص امام سے آگے تھا اس کی نماز نہیں ہوئی اور باقی سب کی نماز صحیح ہوگئی۔

مقدمہ:(۳) اس مذکورہ حالت کا اور اس جیسی اچانک پیش آمدہ حالات کا حکم آیات مذکورہ بالا سے ہر شخص کو حاصل نہیں ہوسکتا،حالاں کہ یہ دین قیم ہر شخص کیلئے اور قیامت تک کیلئے ہے۔اس لیے اس کے لئے بھی ایک واضح حکم آیت کریمہ﴿وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ﴾ (۱) سے ظاہر فرمادیا اور اس کی تفسیر صحابہ کے پیش کردہ عمل نے اور واضح کر دیا کہ انسان اپنی پوری کوشش تعیین قبلہ کیلئے کرے پھر اپنے قلب سے حسب حکم حدیث پاک (استفتِ قلبک)(۲) کے مطابق عمل کرے اور نفسانیت اور کسل کو قطعاً دخل نہ دے تو وہ عمل صحیح ومعتبر

(۱) سورة البقرة:١١٥،انيس

(۲) عن وابصة بن معبد الأسدی قال:أتيت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم وأنا أريد أن لا أدع شيئاً من البر والإثم إلا سألته فأتيته فی عصابة من الناس يستفتونه فجعلت أتخطاهم فقالوا:إليک ياوابصة عن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فقلت:دعونی أدنو من رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فإنه أحب إلی أن أدنو منه،قال:دعوا وابصة،ادن ياوابصة،استفت قلبک،واستفت نفسک،واستفت نفسک،البر مااطمأنت إليه النفس واطمأن إليه القلب،والإثم ما حاک فی نفسک،وتردد فی الصدر،وإن أفتاک الناس وأفتوک ثلاثاً.(مسند أبی يعلی الموصلی،مسند وابصة بن معبد (ح:١٥٨٦)/مسند الإمام أحمد،حديث وابصة بن معبد (ح: ١٨٠٠٦)/سنن الدارمی،باب دع مايريبک إلی مالايريبک (ح:٢٥٧٥)/مسند الحارث،باب فی البر والإثم (ح:٦٠)انيس)

عند الشرع ہو جائے گا، یا پھر غیب سے کوئی وضاحت حق کی حاصل ہو جائے گی، جیسا کہ علاقہ بربر کے جنگلات میں صحابہ پر مسجد کا سنگ بنیاد رکھتے وقت حقیقت منکشف ہوگئی تھی، **کما بین فی کتب السیر الصحیحۃ**، اورقول صحابہ کرام کہ اندھیری رات میں نماز پڑھنے والے واقعہ سے ظاہر ہو رہا ہے اور ان احادیث وواقعات کے نصوص سے اور ﴿وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ﴾ آیت کریمہ کے صریح لفظوں کی مدد سے سیکڑوں مسائل نکلتے اور ملتے ہیں، مثلاً! سمندر، میدان، جنگل وغیرہ کہیں ایسے مقام میں ورود ہو جائے جہاں جہت قبلہ کا اندازہ نہ ہو سکے، نہ کوئی بتانے والا ہے اور نہ سورج، چاند، ستاروں کے ضابطہ سے بھی اندازہ ہو سکے کہ قبلہ کدھر ہے، تو ''**استفت قلبک**'' کے مطابق خوب غور کر لینے کے بعد جو جہت متعین ہو جائے، اسی رخ پر نماز پڑھ لے اور پڑھ لینے کے بعد اگر غلطی کا علم بھی ہو جائے؛ جب بھی وہ نماز صحیح ودرست شمار ہوگی۔

مقدمہ: (۴) آیت کریمہ ﴿فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهُ﴾ (الآیۃ) سے مواجہت قبلہ کا جو مدلول ومفہوم نکلا اس کی ترجمانی ووضاحت جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام مدینہ کے دور میں مختلف الفاظ وکلمات میں فرمائی، سب کا مفہوم مخاطبین اولین نے یہی سمجھا کہ چھوٹے سے چھوٹے دن میں آفتاب جہاں طلوع ہوتا ہے اور جہاں غروب ہوتا ہے، اسی کے درمیان میں تمہارا قبلہ ہے یعنی اسی جانب رخ کرنے سے مواجہت قبلہ حاصل ہو جائے گی، چھوٹے سے چھوٹے دن فرمانے میں اشارہ ہے کہ اس کے خلاف بسا اوقات بجائے مواجہت قبلہ کے عدم مواجہت پیدا ہو جائے گی۔

یہی ارشاد نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی کے دائیں اور بائیں جانب بھی جو مساجد تعمیر ہوئیں ان کے لیے بھی تھا، اور یہ خطہ مکہ مکرمہ سے شمال کی جانب ہے، اس سے یہ حکم اور واضح ہو گیا کہ اس خطہ سے شمال کی جانب اقصائے عالم تک سب کا قبلہ اسی رخ پر اور اسی انداز پر ہوگا اور سب کو اسی رخ پر مواجہت حاصل ہو جائے گی، چنانچہ آج تک اجماع اسی پر چلا آ رہا ہے کہ مدینہ طیبہ سے شمال میں جتنی مساجد ہیں سب اسی رخ پر ہیں اور سب میں نمازیں ادا کرتے ہیں۔

مقدمہ (۵) اسی طرح مکہ مکرمہ سے دکھن جانب کے لوگوں کے لیے قبلہ اتر (شمال) کی جانب ہوگا اور اس کی مواجہت شرعیہ کے بارے میں مدینہ طیبہ کے اندر بیان کردہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا السلام کے بیان کردہ ضابطہ کے مطابق چھوٹے سے چھوٹے دن میں آفتاب جس جگہ طلوع اور جس جگہ غروب ہوتا ہے، اس کے مابین جہت قبلہ رہی ہے اور اسی سے مواجہت قبلہ فی الجملہ حاصل ہو جائے گی، پھر اس کے پیچھے اقصائے عالم تک کے لوگوں کے لیے یہی جہت قبلہ شمار ہوگی اور چھوٹے سے چھوٹے دن کی قید اس لیے ہے کہ بڑے دن میں جہت بعض مرتبہ طلوع وغروب کی

جگہ مصلی کے عقب کی جانب واقع ہوجائے گی، جو نص قرآنی میں مواجہت کے مفہوم سے متضاد ہوجائے گی اس لیے معتبر نہ ہوگی۔

مقدمہ (٦) اسی طرح مدینہ کے اندر جہت قبلہ میں بیان کردہ ارشاد نبوی کے مطابق مکہ مکرمہ سے پورب (مشرق) میں جو لوگ ہوں جیسے ہندوستان کے لوگ اور اس کے پیچھے مشرق کے لوگ اقصائے عالم تک ان کا قبلہ بین المغربین ہے، یعنی بڑے سے بڑے دن میں جہاں طلوع ہو اسی کے درمیان ان کا قبلہ ہوگا اور اسی سے مواجہت قبلہ فی الجملہ حاصل ہوجائے گی۔

مقدمہ (٧) اسی طرح مکہ مکرمہ سے پچھم (مغرب) میں جو لوگ ہوں گے وہ لوگ اور ان کے پیچھے مغرب میں اقصائے عالم تک جو لوگ ہوں گے سب کا قبلہ بین المشرقین ہوگا، یعنی بڑے سے بڑے دن میں جس جگہ آفتاب طلوع ہوتا ہو اور اسی تاریخ میں چھوٹے سے چھوٹے دن میں جہاں آفتاب غروب ہوتا ہو اسی کے درمیان ان کا قبلہ رہے گا، اور اسی سے مواجہۃ قبلہ فی الجملہ حاصل ہوجائے گی۔

مقدمہ (٨) جہات اربعہ (مغرب، مشرق، جنوب، شمال) میں مواجہۃ قبلہ فی الجملہ حاصل ہوچکنے کے بعد اب یہ معلوم ہونا چاہیے کہ جو لوگ عالم کے گوشہ میں رہتے ہیں مثلاً گوشۂ شمال مغرب، گوشۂ جنوب مغرب، گوشۂ شمال مشرق، گوشۂ جنوب مشرق میں رہنے والوں کی جہت قبلہ کیا ہوگی؟

سو عرض ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام مدینہ کے دوران جو ضابطہ مواجہت کے حصول کا ارشاد فرمایا ہے اسی ارشاد معجزانہ کے تحت مستنبط ضابطہ پر مکہ مکرمہ کے شمال مشرق کے گوشہ میں جو لوگ رہتے ہیں ان کا قبلہ یہ ہوگا کہ جس جگہ چھوٹے سے چھوٹے دن میں آفتاب طلوع وغروب ہوتا ہو اور اسی تاریخ میں بڑے سے بڑے دن جس جگہ آفتاب طلوع ہوتا ہو اس کے مابین ان کے لیے جہت قبلہ ہوگی، اور جو لوگ مکہ مکرمہ کے جنوب مشرق کی جانب ہوں ان کی جہت قبلہ یہ ہوگی کہ بڑے سے بڑے دن میں جس جگہ آفتاب غروب ہوتا ہو اور اسی تاریخ میں چھوٹے سے چھوٹے دن میں طلوع ہوتا ہو اس کے مابین (درمیان) جہت قبلہ ہوگی، اور جو لوگ شمال مغرب کے گوشہ میں ہوں گے ان کا قبلہ یہ ہوگا کہ جس جگہ آفتاب چھوٹے سے چھوٹے دن میں طلوع ہوتا ہو اور اسی تاریخ میں چھوٹے سے چھوٹے دن میں آفتاب غروب ہوتا ہو اس کے مابین ان کا قبلہ ہوگا، اور جو لوگ مکہ مکرمہ سے جنوب مغرب کے گوشہ میں رہتے ہوں ان کا قبلہ یہ ہوگا کہ جس جگہ بڑے سے بڑے دن میں آفتاب طلوع ہورہا ہو اور اسی تاریخ میں جس جگہ چھوٹے سے چھوٹے دن میں آفتاب غروب ہوتا ہو اس کے مابین ان کا قبلہ ہوگا۔

مقدمہ (٩) آیت کریمہ ﴿وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ﴾ إلخ“ میں غروب اور طلوع

کے مدلول سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان دنیا کے کسی خطہ وعلاقہ میں نماز پڑھنے کے لیے کھڑا ہوخواہ ہوائی جہاز کے اوپر یا کسی غار کے اندر یا کسی قید خانہ اور سجن کے اندر سے یا کسی سطح سمندر سے یا اقصائے عالم کے کسی گوشہ میں نماز پڑھنا چاہے اور جہت قبلہ معلوم ومتعین ہو یا تحری سے متعین کرے اس صورت میں مصلی کے چہرہ (وجہ مصلی) کے کسی حصہ سے خط مستقیم نکل کر سیدھا بجائے عین کعبہ کے محض مسجد حرام کے کسی حصہ سے یا پوری مسجد حرام کے اوپر عنان سماء تک جوفضا ہے، اس کے کسی حصہ سے وہ خط مستقیم ٹکرا جائے تو مواجہت فی الجملہ حاصل ہوکر ادائیگی نماز صحیح ہوجائے گی۔

مقدمہ (١٠) اسی آیت کریمہ کے اس جملہ ﴿فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ﴾ سے نیز جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے جو دوران قیام مدینہ طیبہ صادر ہوا اس پر عمل جاری ہوا، ان سب سے معلوم ہوا کہ اس مصلی کی وجہ کے کسی حصہ سے ایک ذہنی خط مستقیم چل کر جب مسجد حرام تک پہنچ جائیگا تو مواجہت قبلہ فی الجملہ حاصل ہو جائیگی اور نماز درست ہوجائے گی، حالاں کہ مدینہ طیبہ اور مکہ مکرمہ کے درمیان بہت سی چیزیں حائل ہیں، مگر سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب کی حیلولت کے باوجود اس توجہ کا حکم یعنی جواز صلوٰۃ کا حکم دیا اور سی پر اجماع خلف وسلف بھی منعقد ہوگیا اور حدیث پاک "ولا تجتمع أمتي على الضلالة" (١) کے حکم سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

تنبیہ: ان مقدمات عشرہ کی تحدید کے بعد اب استفتا کا جواب نمبروار درج ہے۔

جواب (١) دنیا کے نقشہ میں دیکھ لیجئے کناڈا مکہ مکرمہ سے کس جانب ہے، جس جانب واقع ہو اسی جانب کا قبلہ دیکھ کر اس کے مطابق نماز پڑھ لیجئے، مثلاً مکہ مکرمہ سے کناڈا اگر شمال مشرق کے گوشہ میں واقع ہو تو مقدمہ: (٨) میں ذکر کردہ دلیل شرعی کے مطابق حکم شرع نکلے گا کہ مصلی جہاں بھی کھڑا ہو اس کے چہرہ (وجہ) کے کسی حصہ سے اگر ایک ذہنی خط مستقیم نکل کر سیدھا مسجد حرام کے کسی حصہ سے یا پورے مسجد حرام کے اوپر عنان سماء تک جوفضا گئی ہوئی ہے اس سے ٹکرا جائے تو نماز ہوجائے گی اور وہی مواجہت فی الجملہ مصلی کی صحت صلوٰۃ کے لیے کافی ہوگی قطع نظر اس سے کہ مصلی کے سامنے دیوار ہو یا مصلی مکان کے اندر نماز پڑھ رہا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ العبد نظام الدین الاعظمی عفی عنہ، مفتی دارالعلوم دیوبند۔ ١٤١٢/١٢/٥ھ (نظام الفتاویٰ، جلد پنجم، جزء اول: ١٤٢-١٥٠) ☆

(١) الكنى والأسماء للدولابي، من كنيته أبو خلف أبو خلف حجر بن الحارث (ح: ٩٣٧) انیس

☆ تعیین قبلہ کی صحیح شکل:

سوال (١) ہمارے موضع میں ایک قدیم مسجد ہے جس کی توسیع اور تعمیر کا کام شروع کیا گیا تھا، دوران کام قبلہ رخ کی جانچ کرنے کے لیے قبلہ نما آلہ سے جانچ کی گئی تھی، جس کے لحاظ سے حالیہ مسجد ٩ رڈگری پر ہے، یہاں کے مقامی علما کہتے ہیں کہ بیدر کے لئے دس ڈگری پر قبلہ ہونا چاہئے۔ بعض فرماتے ہیں کہ سات تا دس ڈگری پر مسجد رہے، تو نماز درست ہوسکتی ہے۔ لہٰذا آپ جواب قطعی تحریر فرمائیں؟

(٢) نیز یہ بھی معلوم کرنا ہے کہ حالیہ مسجد کا رخ اگر غلط ہے، تو آج تک اس میں پڑھی گئی نمازوں کا کیا حشر ہوگا، آیا صحیح ہوئیں یا نہیں؟ مسجد کس ڈگری پر ہونی چاہئے، مطلع فرمائیں؟ بینوا توجروا۔ ==

سمت قبلہ معلوم کرنے کا شرعی معیار:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل کے بارے میں کہ!

یہاں محلّہ ڈانگراواڑہ شہر بھروچ میں ایک مسجد جو تقریباً ایک سو پچیس سال پرانی ہے، شہید کی گئی، اور اسی جگہ نئی مسجد تعمیر کرنے کا ارادہ ہے، پرانی مسجد کی سمتِ قبلہ محفوظ رکھنے کی غرض سے اس کا کچھ حصہ باقی رکھا گیا ہے، جن انجینئر

==

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

سوال کا یہ جملہ (۱) حالیہ مسجد ۹ رڈگری پر ہے۔

(۲) ضلع بیدر کے لیے ۱۰رڈگری پر قبلہ نما ہے۔

اولاً تو بالکل مبہم اور غیر واضح ہے جب تک مسجد کی اتر دکھن کی لمبائی کی مقدار معلوم نہ ہو، اس فرق سے کسی مقدار کا تعین نہیں ہوسکتا۔

ثانیاً چونکہ حکم شرعی کا مدار ان جدید آلات وحسابی دقائق میں نہیں ہوتا، اس لیے اس پر کوئی کلام بے سود اور بے نتیجہ ہوگا، اس لیے (۲) کے متعلق اس حیثیت سے گفتگو بھی نظر انداز کر کے اس کے حکم شرعی کے متعلق کی گئی ہے۔

جواب استفتا سے قبل یہ چند باتیں سمجھ لینی چاہئیں!

دین اسلام دینِ فطرت ہے۔"نحن أمة أمية لانكتب ولا نحسب" أو كما قال عليه السلام. (الصحيح للبخاری، باب قول النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم: لا نكتب، الخ (ح: ۱۹۱۳)

اسلام کے احکام اس فطرت کے مطابق بالکل سیدھے سادے ہوتے ہیں، علم ریاضی وہندسہ کے حسابی دقائق پر موقوف نہیں ہوتے اور نہ ان آلاتِ جدیدہ قطب نما، قبلہ نما پر احکام شرعیہ کا مدار ہوتا ہے، مگر یہ سب چیزیں محض تخمین وتسکین ومددگار کے درجہ میں ہوتی ہیں اور یہ بداہۃً بھی ظاہر ہے، ان آلات کے علم ہونے سے قبل اسلام جزیرہ عرب سے نکل کر افریقہ وروم وفارس وغیرہ تمام ممالک میں اس طرح پہنچ گیا تھا، تمام مساجد بھی بن چکی تھیں اور بغیر ان آلات کے بنیں اور آج تک اسی طرح معتبر وقائم ہیں۔

اب اس کے بعد جواب بحکمِ شرعی لکھا جاتا ہے:

(۱) مسئلہ یہ ہے کہ بیت اللہ شریف جب آنکھوں کے سامنے اور معائن ہو تو عینِ کعبہ کی مواجہت شرط ہوتی ہے اور جب بیت اللہ شریف آنکھوں سے اوجھل نظروں سے غائب ہو، تو محض سمتِ قبلہ اور جہت قبلہ کی مواجہت فی الجملہ کافی ہوتی ہے۔((فللمكی)...(إصابة عينها) ...(ولغيره) أي غير معاينها (إصابة جهتها) بأن يبقى شيء من سطح الوجه مسامتاً للكعبة أو لهوائها، بأن يفرض من تلقاء وجه مستقبلها حقيقة في بعض البلاد خط على زاوية قائمة إلى الأفق مارًا على الكعبة، وخط آخر يقطعهٗ على زاويتين قائمتين يمنة ويسرة. منح. (الدر المختار على هامش الرد: ۲۸۷/۱، كتاب الصلاة، مبحث في استقبال القبلة) (مرتب)

اور بیت اللہ سے جتنی دوری ہوجاتی ہے مواجہت فی الجملہ میں توسیع ہوتی جاتی ہے اور مواجہت فی الجملہ کا مفہوم یہ ہے کہ چہرہ سے خواہ ناک کے سیدھے یا چہرہ کے کسی حصہ سے اگر سیدھا خط نکال دیا جائے تو سیدھا بیت اللہ شریف تک پہنچ جائے تو مواجہت فی الجملہ حاصل ہوجائے گی اور جدید حساب کی رو سے ایک دو ڈگری کا فرق صحتِ صلوٰۃ میں مخل اور مضر نہ ہوگا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دارالعلوم دیوبند سہارنپور۔ (نظام الفتاویٰ، جلد پنجم، جزء اول: ۱۵۰-۱۵۲؛ منتخبات نظام الفتاویٰ: ۲۰۲/۱-۲۰۴)

صاحب کو مسجد کا کام سپرد کیا گیا ہے، انہوں نے بتایا کہ نئی مسجد کی سمتِ قبلہ کمپاس کے ذریعہ متعین کی جائے، تو انہیں سمجھایا گیا کہ پرانی مسجد کی سمت قبلہ جس جانب ہے، اسی جانب نئی مسجد کی سمت قبلہ رکھی جائے، یہاں آلات رصدیہ کمپاس وغیرہ کی ضرورت نہیں، پرانی مسجد کی سمت قبلہ ہی کافی ووافی ہے، الحمدللہ تھوڑا سمجھانے پر بات ان کی سمجھ میں آ گئی، لیکن ساتھ ہی انہوں نے یہ بھی کہا کہ قرب وجوار کے محلوں اور سوسائٹیوں میں جو مساجد از سرِ نو تعمیر کی جاتی ہیں ان میں کمپاس کے ذریعہ سمتِ قبلہ طے کر سکتے ہیں اور عام طور پر ایسا ہی کیا جاتا ہے، بلکہ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ جن مساجد قدیمہ کو شہید کر کے اس جگہ نئی مساجد تعمیر کی جاتی ہیں اس میں بھی انجینئر صاحبان مسجد قدیم کی سمتِ قبلہ کو چھوڑ کر کمپاس کے ذریعہ سمت قبلہ طے کرتے ہیں، جیسا کہ ان انجینئر صاحب نے یہاں کرنا چاہا۔

اب دریافت طلب امور یہ ہیں کہ!

(۱) اگر مسجد قدیم کو شہید کر کے اسی جگہ نئی مسجد تعمیر کی جائے، تو آیا نئی مسجد کی سمت قبلہ بعینہٖ وہی رکھی جائے جو مسجد قدیم کی تھی، یا آلات رصدیہ کمپاس وغیرہ کے ذریعہ سمت قبلہ طے کی جائے، خواہ دونوں سمتوں میں اختلاف قلیل ہی ہو، بظاہر پہلی صورت ہی زیادہ صحیح اور اکابر امت کے تعامل کے مطابق معلوم ہوتی ہے، جیسا کہ جواہر الفقہ حصہ اول رسالہ "**تنقیح المقال فی تصحیح الاستقبال**" کا بغور مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔

(۲) اگر کسی ایسی جگہ از سرِ نو مسجد تعمیر کی جائے جہاں قرب وجوار میں دوسری مساجد موجود ہیں، تو آیا اس نئی مسجد کی سمتِ قبلہ طے کرنے کے لیے قرب وجوار کی مساجد قدیمہ کی سمت قبلہ کو معیار بنایا جائے؟ یا آلات رصدیہ کمپاس وغیرہ کی مدد سے سمتِ قبلہ طے کی جائے؟ خواہ دونوں سمتوں میں اختلاف قلیل ہو یا کثیر؟ کون سا طریقہ صحیح و تعاملِ سلف سے زیادہ قریب اور امت محمدیہ **علیٰ صاحبها الصلوٰة والتسليم** کے لیے زیادہ سہل وآسان ہے؟

(۳) آلاتِ رصدیہ کمپاس وغیرہ کا استعمال کہاں اور کن صورتوں میں کر سکتے ہیں؟

(۴) حضرات فقہائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کے یہاں آلات رصدیہ کمپاس وغیرہ کا درجہ کیا ہے؟ کمپاس وغیرہ کے ذریعہ طے کی ہوئی سمت قبلہ کا درجہ وہی ہے جو مساجدِ قدیمہ کے ذریعہ طے کی ہوئی سمت قبلہ کا ہے یا کم یا زیادہ؟ بینوا وتوجروا۔

برائے کرم مندرجہ بالا مسائل کی تحقیق از روئے فقہ حنفی عباراتِ فقہیہ کے ساتھ تحریر فرما کر ممنون فرمائیں۔

الجواب ــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا و مسلمًا

"فتاویٰ عالمگیری" میں ہے:

"وجهة الكعبة تعرف بالدليل، والدليل فى الأمصار والقرى المحاريب التى نصبها الصحابة و

التابعون،فعلينا اتباعهم فإن لم تكن فالسؤال من أهل ذلك الموضع،وأما فى البحار والمفاوز فدليل القبلة النجوم،هكذا فى فتاوىٰ قاضى خان". (الفتاوىٰ الهندية: ٦٣/١)

اور" فتاویٰ قاضی خان" میں ہے:

"وجهة الكعبة تعرف بالدليل،والدليل فى الأمصار والقرى المحاريب التى نصبها الصحابة و التابعون رضى اللّٰه تعالىٰ عنهم،فحين فتحوا العراق جعلوا قبلة أهلها ما بين المشرق والمغرب .لذلك قال أبوحنيفة رحمه اللّٰه تعالىٰ:إن كان بالعراق جعل المغرب عن يمينه والمشرق عن يساره،وهكذا قال محمد رحمه اللّٰه تعالىٰ،وإنما قال ذلك لقول عمر رضى اللّٰه عنه إذا جعلت المغرب عن يمينك والمشرق عن يسارك فما بينهما قبلة لأهل العراق،وحين فتح خراسان جعلوا قبلة أهلها ما بين مغرب الصيف ومغرب الشتاء،فعلينا اتباعهم فى استقبال المحاريب المنصوبة فإن لم تكن فالسؤال من الأهل،أما فى البحار والمفاوز فدليل القبلة النجوم لما روى عن عمر رضى اللّٰه عنه أنه قال:" تعلموا من النجوم ماتهتدون به إلى القبلة". (فتاوىٰ قاضى خان علىٰ هامش الهندية: ٦٩/١-٧٠)

فتاویٰ خیریہ میں ہے:

"وقال فى فتاوىٰ قاضى خان:وجهة الكعبة تعرف بالدليل،والدليل فى الأمصار والقرى المحاريب التى نصبها الصحابة والتابعون رضى اللّٰه تعالىٰ عنهم أجمعين،فعلينا اتباعهم فى استقبال المحاريب المنصوبة فإن لم تكن فالسوال من الأهل،آه.

فقد جعل السوال من الأهل مؤخرًا عن المحاريب،وذكر بعضهم أن أقوى الأدلة القطب فيجعله من بالشام وراءه والرملة ونابلس وبيت المقدس من جملة الشام كدمشق وحلب و جوز للكل الاعتماد على القطب وجعله خلفه ولا بد فى ذلك من نوع انحراف لأهل ناحية منها لكنه لايضر كما قررناه،وهذا علىٰ قول من اعتبر الجهة وهو المختار كما فى أكثر الكتب،أما من اشترط إصابة العين فجعل الانحراف القليل مفسدًا لكن لا يتحقق الخطأ بالانحراف يمنة و يسرة مع البعد عن مكة،وإنما يظن وبناء على اشتراط الشافعية ذلك جوّزوا الاجتهاد فى المحاريب يمنة ويسرة ماعدا محرابه ومسجده صلى اللّٰه عليه وسلم،وأما الاجتهاد فيها أى فى محاريب المسلمين بالنسبة إلى الجهة فلا يجوز حيث سلمت من الطعن؛لأنها لم تنصب إلا بحضرة جمع من المسلمين أهل معرفة بسمت الكواكب والأدلة،فجرى ذلك مجرى الخبر فتقلد تلك

المحاريب وفى الخادم لهم كما نقله فى حاشية ابن قاسم وهذا كله إذا لم يجتهد،و أما لو اجتهد فظهر له الخطأ ظنًا أو قطعًا فلا يسوغ له التقليد قطعًا أى تقليد تلك المحاريب،آه.

والحاصل المفهوم من كلامهم أنه يجوز الاجتهاد فى المحاريب يمنة ويسرة ولايجب وأنه يجوز تقليدها قبل الاجتهاد وبعده لايجوز له إذا ظهر خطؤها وأما الاجتهاد فى الجهة فلايجوز قبل الطعن أما بعده فيجوز. (الفتاوىٰ الخيرية علىٰ هامش تنقيح الفتاوىٰ الحامدية: ١٣/١، ١٤)(١)

"معین الحکام" میں ہے:

"إذا دخل رجل بلدًا خرابًا لا أحد فيها وقد حضر وقت الصلاة،فإن كان من أهل الاجتهاد و لم تخف عليه دلائل القبلة رجع إلى اجتهاده ولم يلتفت إلىٰ تلك المحاريب،وإن خفيت عليه الدلائل ولم يكن من أهل الاجتهاد وكانت القرية للمسلمين صلى إلىٰ تلك المحاريب؛لأن الظاهر من بلاد المسلمين أن مساجدهم وآثارهم لاتخفى وأن قبلتهم ومحاريبهم علىٰ ما توجبه الشريعة،وأما إن كانت محاريب منصوبة فى بلاد المسلمين العامرة فى المساجد التى تكثر فيها الصلوات وتتكرر ويعلم أن إمامًا للمسلمين بناها،فإن العالم والعامى يصلون إلىٰ تلك القبلة و لايحتاجون فى ذلك إلى اجتهاد؛لأن من المعلوم أنها لم تبن إلا بعد الاجتهاد فى ذلك،وأما المساجد التى لاتجرى هذا المجرى،فإن العالم إذا كان من أهل الاجتهاد فسبيله أن يستدل على الجهة فإن خفيت عليه الدلائل صلى إلىٰ تلك المحاريب إذا كان بلدًا للمسلمين عامرًا؛ لأن هذا أقوى من اجتهاده مع خفاء الدلائل عليه،فأما العامى فيصلى فى سائر المساجد إذ ليس من أهل الاجتهاد". (معين الحكام: ١٦٧-١٦٨)(٢)

مندرجۂ بالا اور دیگر عباراتِ فقہیہ نقل کرنے کے بعد مولانا محمد یوسف بنوری تحریر فرماتے ہیں:

فتلخص من هذه الدرر المنثورة التى التقطناها من كتب الثقات مسائل:

الأولىٰ:أن دلائل القبلة فى العمرانات محاريب الصحابة والتابعين ثم ذوى العلم الموثوق بهم.

الثانية: أنه يجب الاستخبار عن أهل البلد إذا لم تكن هناك محاريب منصوبة.

الثالثة:أنه لايجوز التحرى فى محاريب الصحابة والتابعين مطلقًا لا فى الجهة و لا فى الانحراف عنها يمنة أويسرة.

الرابعة:أنه لايعتبر قول الفلكى فى مقابلة محاريب الصحابة والتابعين.

---

(١) الفتاوىٰ الخيرية لنفع البرية،كتاب الصلاة: ٦/١-٧،بولاق مصر.انيس

(٢) معين الحكام فيما يتردد بين الخصمين من الأحكام،الباب الحادى والخمسون فى القضاء بما يظهر.انيس

الخامسة: أنه يجوز عدم التحرى فى محاريب عامة المسلمين فى الانحراف عنها ولا يجوز الاجتهاد فى الجهة قبل الطعن.

السادسة: أنه يجوز التحرى فى محاريب عامة المسلمين والانحراف عنهم يمينًا وشمالاً بدليل،ويجوز الاجتهاد فى الجهة بعد الطعن فيها.

السابعة: أنه يجوز اعتبار الأدلة الهندسية فى باب القبلة،والاعتماد بقول الفلكى فى محاريب غير الصحابة والتابعين عندنا،وأما عند الشافعية فيجوز الاعتماد بها وإن كان فى محاريبهم.(بل يجب عندهم)

الثامنة: أنه يسوغ العمل بالأدلة الهندسية ولا يجب.

التاسعة: أنه يجوز تحمل الانحراف اليسير فى المحاريب بأن لا تتبدل الجهة بالكلية وتبقى مسامتة جهة الكعبة.

العاشرة: أن من كان من أهل الاجتهاد فله أن يجتهد وجوبًا فى المحاريب التى لم يعلم ناصبوها.

الحادية عشرة: أنه لا يقلد المحراب الخارج عن الجهة بالإجماع.

الثانية عشرة: أن العامى يستوى فى حقه سائر المساجد فيصلى فيها من غير استخبار ولا تحر.

تنبيه: المجتهد فى القبلة هو الذى يعلم أدلة القبلة من الشمس والقمر والنجوم وغيرها كما صرح به العينى فى شرح الهداية.(بغية الأريب فى مسائل القبلة والمحاريب:٧٧-٧٨)

جن علاقوں میں حضرات صحابہ وتابعین نے مساجد کی بنیادیں ڈالی ہیں اور سمت قبلہ متعین فرمائی ہیں اور پھر انہی کو دیکھ کر دوسری بستیوں میں مسلمانوں نے اپنی اپنی مساجد بنائی ہیں، ان علاقوں میں تو سمت قبلہ معلوم کرنے کے لیے انہی کا اتباع کیا جائے، بلکہ کتبِ فقہ کی عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ اور تابعین کی متعین کی ہوئی سمت قبلہ میں آلات رصدیہ کا بالکل اعتبار نہیں کیا جائے گا، کتب فقہ میں جہاں پر لفظ ''مساجدِ قدیمہ'' استعمال کیا گیا ہے، اس سے مراد وہی مساجد ہیں، جن کا اوپر تذکرہ ہوا، یعنی حضرات صحابہ وتابعین کی بنائی ہوئیں یا انہی کو دیکھ کر دوسری بستیوں میں مسلمانوں نے جو مساجد بنائی ہیں، آپ نے اپنے سوال کے شروع میں تحریر فرمایا ہے کہ ''ایک مسجد جو تقریباً ایک سو پچیس سال پرانی ہے، شہید کی گئی، الخ'' آپ اپنی اس تحریر سے اپنی اس مسئولہ مسجد کو بھی کتب فقہ میں وارد شدہ لفظ ''مساجد قدیمہ'' میں علی الاطلاق شامل کر رہے ہیں، لیکن آپ کا یہ دعویٰ علی الاطلاق درست نہیں۔

(فتاویٰ محمودیہ: ١٦٢/١٠) پر ایک سوال ہے، وہ سوال وجواب نقل کیا جاتا ہے:

سوال: ایک مسجد جامع ہے، جو تقریباً ایک سو تیس برس کی تعمیر شدہ ہے، آج کل اس میں بوجہ تنگی نمازیوں کو سخت

تکلیف ہورہی تھی، مسجد ہٰذا کو بغرض توسیع وتعمیرِ جدید منہدم کرایا گیا کہ پہلی بنیاد سے اسے سیدھی کرنے میں اتر کا مغربی گوشہ تین ہاتھ پچھّم جانب بڑھایا گیا اور دکھن کا مشرقی گوشہ تین ہاتھ پورب ہٹایا گیا، مگر پھر بھی قطب سے کچھ فرق رہ گیا، کوئی صورت ایسی نہیں ہوسکتی جو قطب سے بالکل سیدھی کی جاسکے، بہت بڑا کنواں مسجد کی بنیاد میں پڑ رہا تھا، ایسی مسجد ہٰذا میں شرعاً کوئی نقص نماز کی ادائیگی وغیرہ میں وقوع پذیر ہوسکتا ہے کہ نہیں؟ اور قطب کو تعمیر مسجد میں شرعاً کیا حیثیت حاصل ہے؟ قبلہ رخ جو معتبر ہے جس کو فقہا نے ''بین الفرقدین والجدی'' لکھا ہے، اس کا کیا مطلب ہے

الجواب حامدًا ومصلیاً ومسلمًا: اتنے معمولی فرق سے نماز میں نقصان نہیں آتا، تاہم اگر دوبارہ تعمیر سے اصلاح نہ ہوسکی، تو صفوف کے نشان صحیح طور پر مسجد میں لگادیئے جائیں اور ان کے موافق رخ صحیح کرلیا جائے پھر مسجد کو گرا کر از سرنو تعمیر کرنے کی ضرورت نہیں۔ سمت معلوم کرنے کی بہت سی علامات فقہا نے لکھی ہیں: قطب بھی ایک دلیل ہے، بلکہ اقوی الادلہ ہے، اہل ہند سے قبلہ کا رخ عامۃً جانب مغرب میں ہے، پس اگر سردی اور گرمی میں جس جگہ آفتاب غروب ہوتا ہے، اس کی طرف رخ کرکے نماز پڑھی جائے تو نماز صحیح ہوجائے گی، یعنی دونوں موسموں کے جائے غروب کے درمیان کا حصہ جہت کعبہ ہے، یہی مطلب ہے ''**بین الفرقدین والجدی**'' کا۔

وجهة الكعبة تعرف بالدليل،الخ. (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۱۶۲-۱۶۳)

اس جواب پر ۹/ربیع الاول ۱۳۶۷ھ کی تاریخ لکھی ہوئی ہے، گویا آج سے ۵۷ سال قبل کا تحریر فرمودہ جواب ہے اور جیسا کہ آپ پڑھ چکے سوال میں تصریح موجود ہے کہ وہ مسجد ایک سوتیس برس کی تعمیر شدہ تھی، اس کے باوجود جواب میں اس کا رخ صحیح کرنے کی تاکید کی جارہی ہے اور ایک سوتیس سال کی تعمیر شدہ ہونے کی بنیاد پر مسجد قدیم کہہ کر اس انحراف کو باقی رکھنے کی اجازت نہیں دی جارہی ہے۔

اسی طرح کا ایک سوال وجواب فتاویٰ محمودیہ: ۱۲/۲۶۲ پر بھی موجود ہے۔

''فتاویٰ خیریہ'' کی جو عبارت شروع جواب میں نقل کی گئی ہے، اس میں بھی یہی نوعیت پائی جاتی ہے، جب کہ فتاویٰ خیریہ کی ترتیب وتبویب ۱۰۸۱ھ میں ہوئی ہے، صاحب فتاویٰ خیریہ اسی نوع کے ایک اور سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

''إذا لم يكن المحراب من وضع الصحابة والتابعين ولا من وضع ذوى العلم الموثوق بهم فى معرفة القبلة ولا علٰى سمت وضعهم فلا عبرة به إجماعًا. (الفتاوى الخيرية علٰى هامش الفتاوىٰ الحامدية: ١/٦)(١)

آگے تحریر فرماتے ہیں:

''والمسئلة واضحة وحاصلها إذا تحقق خروجه عن الجهة بالكلية لايجوز اعتماده إجماعًا و

(۱) الفتاوى الخيرية، كتاب الصلاة، الجواب من السوال الثانى: ١/٨، ط: بولاق مصر. انيس

إذالم يخرج عنها جاز اعتماده وإن كان فيه انحراف قليل يجوز عند الحنفية ولايجوز عند الشافعية، ومعرفة ذلك من هذا العلم لاينكره أحد ونحن علىٰ علم بأن الصحابة رضى الله تعالىٰ عنهم أعلم من غيرهم فإذا علمنا أنهم وضعوا محرابًا لايعارضهم من هو دونهم وإذا علمنا أن محرابًا وضع من غيرهم بغير علم لا نعتمده وإذا لم نعرف شيئًا وعلمنا كثرة المارين وتوالى المصلين علىٰ مرور السنين عملنا بالظاهر وهو الصحة وعند تحققنا بالخطأ زال الغطاء وهو فى اختلاف الجهة بحيث يكون متجاوزًا المشارق إلى المغارب. (الفتاوى الخيرية علىٰ هامش الفتاوىٰ الحامدية: ١٧/١)(١)

ان ساری عبارتوں کو پیش کرنے کا مقصد یہی ہے کہ حضرات صحابہ وتابعین کی بنائی ہوئی مساجد کے علاوہ دیگر مساجد میں اگر دلائل سے معلوم ہوجائے کہ اس کی جہت درست نہیں ہے، تو اس کو درست کر دیا جائے گا، ہاں معمولی فرق قابل انگیز ہے۔

اب آپ کے سوالات کے جوابات پیشِ خدمت ہیں:

(١) اگر مسجدِ قدیم کے متعلق معلوم ہے کہ اس کی تعمیر ثقہ اور قابل اعتبار ماہر علما کی نگرانی میں ہوئی ہے، تو اس صورت میں اس کو شہید کر کے نئی تعمیر کی جانے والی مسجد کی سمت قبلہ وہی رکھی جائے جو مسجد قدیم کی تھی۔

(٢) از سر نو تعمیر کی جانے والی مسجد کے قرب وجوار میں دوسری مساجد مندرجۂ بالا نمبر (١) کے مطابق موجود ہیں، تو اس نئی مسجد کی سمت قبلہ کے لیے قرب وجوار کی مسجد کو معیار بنایا جائے۔

(٣-٤) اگر صحابہ وتابعین کے زمانہ کی مساجد موجود ہیں، تو سمت قبلہ کی تعیین کے لیے انہی کو معیار بنانا ضروری ہے، آلات رصدیہ کا کوئی اعتبار اس صورت میں نہیں ہوگا اور صحابہ وتابعین کے زمانہ کی مساجد کے نہ ہونے کی صورت میں اگر جواب (١) میں مذکور نوع کی مساجد ہوں، ان کو سمت قبلہ کی تعیین کے لیے معیار بنایا جائے، اور اگر اس نوع کی بھی کوئی مسجد موجود نہیں، تو آلات رصدیہ کو صحیح استعمال کرنے والا ماہر موجود ہے اور اس نوع کے ماہرین کے اقوال میں آپس میں کوئی تعارض بھی نہیں پایا جاتا ہے، تو اس صورت میں اس ماہر کی متعین کردہ سمت قبلہ کا اعتبار کیا جائے گا۔

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری علیہ الرحمۃ ''فتاویٰ خیریہ'' کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں:

وقال (فى حق قبول قول الفلكى): ومع ذلك يعمل به بلا شبهة إذا خلا عن المعارضة بما هو مثله أو هو فوقه. (بغية الأريب فى مسائل القبلة والمحاريب: ٧٦)

اور جیسا کہ آگے ہم اوپر نقل کر آئے، مختلف عبارات فقہیہ سے جو نتائج انہوں نے نکالے ہیں، اس میں تو یہاں تک فرمایا ہے:

العاشرة: أن من كان من أهل الاجتهاد فله أن يجتهد وجوبًا فى المحاريب التى لم يعلم ناصبوها. (بغية الأريب: ٧٨)

---

(١) الفتاوى الخيرية، كتاب الصلاة، الجواب من السوال الثانى: ٩/١، ط: بولاق مصر. انيس

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب علیہ الرحمہ بھی تحریر فرماتے ہیں:

اب صرف ایک سوال باقی رہ جاتا ہے کہ آلاتِ رصدیہ اور حساباتِ ریاضیہ سے اگر اس میں کام لے لیا جائے، تو جائز بھی ہے یا نہیں؟ اور جو جہت ان حسابات کے ذریعہ متعین کی جائے وہ شرعاً معتبر ہوگی یا نہیں؟ اس کے متعلق فیصلہ علامہ شامی علیہ الرحمۃ کا یہ ہے کہ جس جگہ مساجد قدیمہ موجود نہ ہوں، وہاں تو باتفاق علما ان آلات وحسابات سے کام لینا جائز ہے، بلکہ جس شخص کو یہ فن آتا ہو اس کے لیے ایسے مواقع میں جہاں مساجد قدیمہ موجود نہ ہوں ضروری ہے کہ بجائے دوسری علامات ونشانات کے ان آلات وحسابات سے کام لے؛ کیوں کہ محض تحری وتخمینہ سے زیادہ مفید ظنِ غالب ہے۔ (رسالہ سمت قبلہ، جواہر الفقہ :۲۶۸/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نوٹ: سمت قبلہ کے موضوع پر ایک عربی تصنیف "**بغية الأريب في مسائل القبلة والمحاريب**" کے نام سے حضرت مولانا محمد یوسف بنوری صاحب علیہ الرحمۃ کی بھی ہے، اس کا مطالعہ بھی ضرور فرمالیں، جواہر الفقہ کے مطالعہ کے بعد بھی کچھ گوشے تشنہ رہ جاتے ہیں، مذکورہ رسالہ کے مطالعہ کے بعد اس کی تلافی ہوجاتی ہے۔ **فقط واللہ تعالیٰ أعلم**

أملاہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری۔ ۲۱/جمادی الاولیٰ ۱۴۲۴ھ۔ الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ۔ (محمود الفتاویٰ: ۴۳۰/۱-۴۴۱)

کمپاس کے ذریعہ سمت قبلہ معلوم کرنا کیسا ہے:

سوال: سعودی عرب کی "نورولی" نامی ایک کمپنی نے ایک "کمپاس" بنایا ہے، جس کے ساتھ "امام" نام کا ایک کتابچہ ہے، اس میں دنیا کے ہر مقام کا جہۃ الکعبہ معلوم کرنے کے لئے نمبر دیئے گئے ہیں، جس پر کمپاس کا کانٹا ملانے سے مطلوبہ مقام کا سمت قبلہ معلوم ہوجاتا ہے۔ یہ کمپاس نہ آٹو میٹک ہے، نہ بیٹری والا ہے اور نہ مقناطیسی۔ کسی اسلامی تنظیم یا مسلم ملک کی تصدیق بھی اس میں درج نہیں ہے اور نہ ماہرین جغرافیہ وسائنس کی توثیق ہے۔

ہندوستان کے مندرجہ ذیل مقامات: چندرنا گور، جمشید پور، جھانسی، جبل پور، ناگپور، پٹنہ، سورت، احمد آباد، بنارس، کلکتہ، بردوان، بھاول نگر کے لئے اور ان صوبوں کے لئے جن میں یہ شہر واقع ہیں، عین مغرب سے ۱۱ نمبر جنوب میں ہٹ کر جہت کعبہ تجویز کیا گیا ہے، ہزاری باغ میں اندرپوری چوک کی مسجد کو اسی کمپاس کے مطابق از سر نو تجویز کیا گیا ہے اور دوسرے لوگ بھی اس کی اتباع کررہے ہیں۔ اب سوالات یہ ہیں:

(۱) کیا علماء ہند کا کوئی متفقہ فتویٰ ہے کہ ہندوستان کا قبلہ عین مغرب ہے؟

(۲) کیا علماء ہند نے قبلہ سے متعلق اپنے سابق فیصلہ میں کوئی ردوبدل یا ترمیم کی ہے؟

(۳) کیا کسی عالم نے عین مغرب کے قبلہ ہونے پر کبھی کوئی اعتراض کیا ہے؟

(۴) کیا قبلہ عین مغرب سے تھوڑا جنوب میں ہٹ کر ہے؟

(۵)　　ایسا کمپاس جو نہ آٹو میٹک ہو، نہ بیٹری والا ہو اور نہ مقناطیسی ہو، کیا اس کی مدد سے کتابچہ میں دیئے گئے نمبر پر کانٹا ملا کر جہۃ الکعبہ معلوم کرنا معتبر ہے؟

(۶)　　اس کمپاس کے ذریعہ مسجد تعمیر کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۷)　　کوئی دانستہ اس کمپاس کے مطابق نماز پڑھے، تو اس کا کیا حکم ہے؟

براہ کرم صلحاء امت کے عمل، علماء ہند کی آراء اور معتبر کتابوں کے حوالہ سے مفصل و مدلل جواب عنایت فرمائیں؟ میرا دعویٰ ہے کہ یہ کمپاس غیر معتبر ہے اور قبلہ حقیقتاً عین مغرب ہے اور میرا چیلنج ہے کہ میرے اس دعویٰ کو کوئی غلط ثابت کرے، جو لوگ اس کمپاس پر اپنا عقیدہ و ایمان قائم کر چکے ہیں، میں انہیں برسر عام غلط سمجھتا ہوں اور میرا خیال ہے کہ مسلمانوں کے ایمان کو خراب کرنے کی یہود و نصاریٰ کی جانب سے یہ ایک سازش ہے۔

الجواب ــــــــــــــــــــ و باللّٰہ التوفیق

دعویٰ اور چیلنج کسی سنجیدہ انسان کا کام نہیں ہے، آپ کو غلط فہمی یہ ہوئی ہے کہ تمام اہل ہند کا قبلہ عین مغرب ہے اور یہ کہ یہی علماء ہند کا فتویٰ بھی ہے، پھر اسی غلط فہمی پر آپ نے سوالات کی عمارت کھڑی کر دی ہے، بہر حال آپ کے سوالات کا جواب نمبر وار درج ہے:

(۱-۳)　علماء ہند کا فتویٰ یہ ہے کہ اہل ہند کا قبلہ دونوں مغربوں (گرمی کے سب سے بڑے دن اور سردی کے سب سے چھوٹے دن میں سورج جس جگہ غروب ہوتا ہے، ان) کے درمیان ہے نہ کہ عین مغرب۔ تمام اہل ہند کے لئے مطلقاً عینِ مغرب قبلہ ہونے کی رائے فقہا کی کبھی نہیں رہی کہ اس میں ترمیم کا مسئلہ پیدا ہو یا اس پر کسی کے اعتراض کا سوال پیدا ہو۔

"كما في رسالة بغية الأريب في مسائل القبلة والمحاريب تحت الأمر الخامس من الخاتمة في الأمور المنقحة، صفحة: ١٤٣، بعد بحث طويل ما نصه:

"فإن الفساد بالخروج من جهة الربع متعين بالاتفاق، أما قول الفقهاء أن ما بين المغربين قبلة أي أن الكعبة واقعة بين مغرب أقصٰى (يعني أطول) يوم الصيف وهو أول يوم السرطان وبين مغرب أقصٰى يوم الشتاء وهو أول يوم الجدة، جميع ما بينهما قبلة سمرقند وبخارا وترمذ و نسف ومرو وسرخس وما والاها لجميع بلاد الهند مع رحبها" وقولهم ذلك ذكره في التجنيس والملتقط وأمالي الفتاوى والبناية شرح الهداية من قول أبي منصور الماتريدي". (۱)

---

(۱)　وذكر في أمالي الفتاوىٰ حد القبلة في بلادنا يعني سمرقند مابين المغربين مغرب الشتاء ومغرب الصيف فإن صلى إلى جهة خرجت من المغربين فسدت صلاته.　==

(۴-۷) فقہا کا قول یہ ہے کہ اہل ہند کا قبلہ دونوں مغربوں کے درمیان ہے اور کبھی اس سے بھی زیادہ عام پیرایہ بیان میں یوں کہا گیا ہے کہ قبلہ شمال وجنوب کے مابین یعنی پوری جہت مغرب ہے، مطلب یہ ہے کہ استقبال قبلہ کے لئے عین قبلہ کی مواجہت شرعاً ضروری نہیں ہے، بلکہ محض جہتِ قبلہ کی مواجہت کافی ہے۔ البتہ فقہا نے شریعت میں معتبر جہت قبلہ کی تحدید باصطلاح ریاضی اس طرح کی ہے کہ اہل ہند کا قبلہ مابین المغربین ربع دائرہ (یعنی ۹۰/درجہ) کے قریب تک؛ یعنی عین مغرب کے دونوں جانب ثمن ثمن دائرہ تک (۴۵، ۴۵/درجہ) ہے اور احتیاطی رائے یہ ہے کہ بین المغربین نقطۂ وسط سے دونوں طرف ۲۴، ۲۴/درجہ مجموعہ ۴۸/درجہ تک کی گنجائش ہے۔

"أن ينظر في مغرب الصيف في أطول أيامه ومغرب الشتاء في أقصر أيامه فليدع الثلثين في الجانب الأيمن والثلث في الأيسر والقبلة عند ذلك، ولو لم يفعل هكذا وصلّى فيما بين المغربين يجوز... أن الانحراف المفسد أن يجاوز المشارق إلى المغارب. (رد المحتار: ۳۹۹/۱)

وقال أبو منصور: ينظر إلىٰ أقصر يوم في الشتاء وإلىٰ أطول يوم في الصيف فيعرف مغربيهما ثم يترك الثلثين عن يمينه والثلث عن يساره ويصلي فيما بين ذلك وهذا استحباب والأول للجواز. (منحة الخالق حاشية البحر: ۲۸۵/۱)

(۵-٦) سمت قبلہ جاننے کے لئے اصلاً اور ابتداءً جہات کا علم اور نجوم خصوصاً قطب تارہ اور شمس وقمر کے منازل (علم ہیئت) سے ایک حد تک واقفیت کی ضرورت ہوتی ہے۔ صحابۂ کرام، تابعین عظام اور بعد کے علماء دین نے ان ہی چیزوں کی مدد سے مساجد کی تعمیر کی۔ چنانچہ صحابہ وتابعین کی بنا کردہ مساجد اگر قریب میں موجود ہوں اور ان سے نئی مسجد کے لئے سمتِ قبلہ کی تعیین میں مدد مل سکتی ہو تو شرعی ضابطہ یہی ہے کہ ان مساجد کی اتباع کی جائے اور اگر بعد کی مساجد قدیمہ ہوں، تو بھی اولیٰ یہی ہے کہ ان کے موافق ہی نئی مسجد بنائی جائے، خواہ ان میں قواعد ہیئت کی رو سے سمت حقیقی سے معمولی انحراف بھی ہو۔ لیکن اگر قدیم مساجد قرب وجوار میں نہ ہوں، یا ان سے مدد لینا ممکن نہ ہو تو جائز ہے کہ کوئی ماہر علم ہیئت اور عالم دین دونوں مل کر قطب تارہ یا شمس وقمر کے ذریعہ یا مقناطیسی کمپاس یا اس غرض سے بنائے گئے کسی بھی معتبر کمپاس سے سمت قبلہ کی تعیین کرلیں۔ تعیین قبلہ کے متعدد طریقے علما نے بتائے ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ کسی ایک طریقہ سے سمت قبلہ معلوم کر کے دوسرے طریقوں سے بھی اسے آزمالیں، اگر متعدد طریقوں سے جائزہ لینے پر معمولی انحراف کا فرق معلوم ہو، تو شرع میں اس کی گنجائش ہے۔

== وقال شارحها ابن امير الحاج: وذكر هذه العبارة في الملتقط مع زيادة وقال أبو منصور ينظر إلى أقصر يوم في الشتاء وإلى أطول يوم في الصيف، فيعرف مغربيهما ثم يترك الثلثين عن يمينه والثلث عن يساره ويصلي فيما بين ذلك وهذا استحباب والأول للجواز، آه، ومشى على الأول الرُّسْتَغْفَنِي وجعل في مجموع النوازل ماذكره أبو منصور هو المختار، آه. (منحة الخالق حاشية البحر الرائق، باب شروط الصلاة: ۳۰۱/۱. انيس)

(۱) سمت قبلہ معلوم کرنے کا ایک مشہور طریقہ یہ ہے کہ قطب تارے کی جانب دایاں ہاتھ اور اس کے مخالف بایاں ہاتھ کر کے کھڑے ہو جائیں، تو سامنے جہت مغرب یعنی قبلہ ہوگا۔ ہندوستان کے جن علاقوں کی سمت قبلہ تقریباً نقطۂ مغرب ہے، مثلاً اٹاوہ، اناؤ، سیتاپور، فرخ آباد، کانپور، کھیری، لکھنؤ، ہردوئی وغیرہ وہاں مرکز قطب کو دائیں مونڈھے کی ہڈی کے مرکز کے سیدھ میں رکھنا ہوتا ہے اور جس جگہ کا قبلہ منحرف بشمال ہے، مثلاً بنگال، بہار اور اڑیسہ کے تمام شہر، وہاں قطب تارے کو دائیں مونڈھے کے اگلے حصے کی طرف کرنا ہوتا ہے اور جہاں کا قبلہ مائل بجنوب ہے، مثلاً پنجاب کے تمام شہر اور یوپی کے بعض اضلاع، وہاں قطب تارے کو دائیں مونڈھے کی پشت پر رکھنا ہوتا ہے۔

(۲) ایک دوسرا آسان طریقہ یہ ہے کہ موسم گرما کے سب سے بڑے دن میں (۲۲/جون کو) اور موسم سرما کے سب سے چھوٹے دن میں (۲۲/دسمبر کو) غروب شمس کا موقع دیکھا جائے، قبلہ ان دونوں مواقع کے درمیان میں ہوگا، یعنی ان دونوں موقعوں کے درمیان جس نقطہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی جائے گی صحیح ہوگی۔

(۳) سب سے سہل طریقہ یہ ہے کہ جو مقامات مکہ معظّمہ سے مشرق یا مغرب میں ۹۰ درجہ سے کم فاصلہ پر واقع ہیں، وہاں ۲۹/ یا ۲۷/۲۷ مئی اور ۱۴/ یا ۱۶/ یا ۱۷/۱۷ جولائی کی کسی تاریخ کو تقریباً ایک مربع فٹ سطح زمین کے درمیان تقریباً تین انچ کی ایک کیل بالکل سیدھی نصب کریں۔ مقامی نصف النہار کے وقت اپنی گھڑی میں ۱۲/ بجالیں، بعد ازاں متعلقہ شہر اور مکہ میں جتنے گھنٹہ اور منٹ کا فرق ہو اتنا وقت گذرنے پر اس کیل کا سایہ دیکھیں، اس وقت سایہ کا رخ ٹھیک سمت قبلہ کو بتائے گا۔ اگر ٹھیک مذکورہ وقت پر کیل کے سایہ کے منتہی پر ایک نقطہ لگا دیں اور اس نقطہ سے کیل تک سیدھا خط کھینچیں تو اس خط کے مطابق مسجد کی جنوبی یا شمالی دیوار قائم ہوگی۔

اس طریقہ میں دو باتیں یعنی مکہ اور متعلقہ شہر کے وقت کا فرق اور مقامی نصف النہار کا وقت پیشگی معلوم کرنا ضروری ہے، جن کا طریقہ درج ہے:

(الف) مکہ اور متعلقہ شہر کے اوقات کا فرق معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ دونوں مقامات کا طول البلد کسی اٹلس سے معلوم کر کے چھوٹے کو بڑے سے گھٹا دیں، پھر حاصل کو ۴ میں ضرب دیں، بعد ازاں حاصل ضرب کو ۶۰ پر تقسیم کریں، اس سے گھنٹہ اور منٹ کا فرق معلوم ہو جائے گا۔ مثلاً دہلی کا طول البلد ۷۷ درجہ ہے اور مکہ کا طول البلد ۴۰ درجہ ہے۔ لہٰذا: ۷۷-۴۰ = ۳۷ × ۴ = ۱۴۸ ÷ ۶۰ = ۲ ۲۸/۶۰ یعنی مکہ اور دہلی میں ۲ گھنٹے ۲۸ منٹ کا فرق ہے۔

(ب) کسی مقام پر نصف النہار کا وقت دھوپ گھڑی یا طلوع و غروب کے کسی شمسی کیلنڈر سے معلوم ہو سکتا ہے۔ دھوپ گھڑی یا شمسی کیلنڈر دستیاب نہ ہو تو طریقہ یہ ہے کہ تقریباً ایک مربع فٹ سطح زمین کے وسط میں تقریباً ۳/ انچ کی ایک کیل بالکل سیدھی نصب کریں۔ کیل کے گرد ایک فٹ کا دائرہ بنا کر تاریخ مذکورہ بالا سے ایک، دو دن پہلے صبح کے

وقت دیکھیں کہ کیل کا سایہ دائرہ میں کس جگہ داخل ہوتا ہے۔ وہاں پر احتیاط سے ایک نقطہ لگا دیں (یہ مدخل ظل ہے)۔ پھر شام کے وقت اس جگہ ایک نقطہ لگائیں جہاں سے کیل کا سایہ دائرہ سے باہر نکلے (یہ مخرج ظل ہے)۔ پھر مدخل ومخرج کے درمیان ایک خط کھینچ کر اس کے نصف پر ایک نقطہ لگائیں اور مدخل ومخرج کے درمیان جو دائرہ کا حصہ آیا ہے اس کے نصف پر بھی ایک نقطہ لگائیں اور پھر ان دونوں نقطوں پر سے گذرتا ہوا ایک خط کیل تک کھینچ دیں، یہ خط نصف النہار ہوجائے گا۔ اب ۲۹ر مئی یا ۱۴ر جولائی کو جب کیل کا سایہ نصف النہار پر پڑے اس وقت گھڑی میں ۱۲ بجالیں۔ آگے وہی عمل کریں جو طریقہ نمبر (۳) میں بتایا گیا ہے۔

ہندوستان کے قبلہ کی تین ہی صورتیں ہوسکتی ہیں:

۱۔ قبلہ ٹھیک نقطۂ مغرب میں ہو یا اس قدر کم فرق ہو کہ قابل التفاوت نہ ہو، جیسے اٹاوہ، اناؤ، بہرائچ، جالون، سیتاپور، فرخ آباد، کانپور، کھیری، لکھنؤ، ہردوئی وغیرہ کہ ان کا انحراف ایک درجہ سے بھی کم ہے، خصوصاً اناؤ کہ اس کا انحراف فقط تین دقیقہ ہے۔

۲۔ دوسرے انحراف شمالی ہو، جیسے بنگال، بہار اور اڑیسہ کے تمام شہر۔

۳۔ تیسرے انحراف جنوبی ہو، جیسے پنجاب کے تمام شہر اور یوپی کے بعض اضلاع۔

ہزاری باغ ۵ر درجہ، ۸۴ر دقیقہ مائل بجہت شمال ہے، پٹنہ ۳ر درجہ، ۵۶ر دقیقہ منحرف بجہت شمال ہے۔ کلکتہ ۸ر درجہ، ۷ر دقیقہ مائل بجہت شمال، بردوان ۷ر درجہ، ۹ر دقیقہ مائل بشمال اور بنارس ۳ر درجہ، ۳۷ر دقیقہ مائل بشمال ہے۔ مگر ان سارے حسابات کے باوجود قدیم مساجد کی موافقت ہی شرعاً لازم ہے۔ (ماخوذ از جواہر الفقہ جلد سوم مصنفہ مفتی محمد شفیع عثمانی)

آپ کے ہاں ہزاری باغ میں اندر پوری چوک کی مسجد اگر منہدم کر کے کمپاس کے مطابق از سر نو تعمیر کی گئی ہے اور فرق اتنا معمولی ہے جو کہ سمت قبلہ کے معاملہ میں شریعت میں قابل التفاوت نہیں ہے تو موجودہ نئی تعمیر درست ہے، اس کو برقرار رہنے دیا جائے۔ البتہ دیگر موجود مساجد میں اس کمپاس کی اتباع نہ کی جائے، بلکہ قدیم بنیادوں پر باقی رکھا جائے الا یہ کہ جہت قبلہ معلوم کرنے والے دیگر معتبر ذرائع سے جہت قبلہ سے زیادہ انحراف معلوم ہو تو اس کو صحیح کر لینا ضروری ہوگا۔ دیگر نئی مساجد کی تعمیر میں بھی قدیم مساجد کی موافقت ہی لازم ہے۔ جہاں تک مذکورہ کمپاس سے جہت قبلہ متعین کرنے کا مسئلہ ہے، تو اس پر نہ تو کسی بھی اہل علم کا عقیدہ ہے اور نہ ہی کسی طرح کا ایمان۔ البتہ یہ مشین چونکہ جہت قبلہ بتاتی ہے جیسا کہ قدیم مسجدوں کی سمت دیکھنے یا جہت قبلہ بتلانے والے دیگر ذرائع سے معلوم ہوتا ہے اور نماز میں جہت قبلہ کا رخ ضروری ہے نہ کہ عین قبلہ کا۔ معمولی انحراف حتیٰ کہ شمال وجنوب میں ۴۵ر ڈگری سے کم انحراف ہو تو

بھی نماز ہوجاتی ہے،اس لئے کہ مذکورہ کمپاس سے جہت قبلہ متعین کر کے نماز پڑھ لیتے ہیں اور نئی مسجد کی سمت بھی اس سے متعین کر لیتے ہیں،صرف یہ کہہ دینا کافی نہیں ہے کہ یہ چیز دشمنوں کی ایجاد ہے، جو اسلام دشمنی میں ایجاد کی گئی ہے، جب تک کہ تحقیق سے اس کو ثابت نہ کر دیا جائے اور اسلامی قانون وضابطہ کے خلاف اس کا اثر ظاہر نہ ہو۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد جنید عالم ندوی قاسمی ۔۱۸/٦/۱۴۱۵ھ۔(فتاویٰ امارت شرعیہ:۲/۳٦۹-۳۷۰)☆

☆ **سمت قبلہ کی تعیین کے لئے قبلہ نما کے استعمال کا حکم:**

سوال: دور حاضر میں لوگ قبلہ کی تعیین کے لئے قبلہ نما استعمال کرتے ہیں،اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

الجواب

نماز پڑھنے کے لئے ایک اہم رکن شہروں اور دیہاتوں میں استقبال قبلہ ہے یا جہت قبلہ ہے فقہاء کرام نے اس کی پہچان کے لئے پہلے زمانے کی مساجد اور ان کے محرابوں کو دلیل ٹھہرایا ہے اور صحراء میں ستاروں کو دلیل قرار دیا ہے جس سے غالب گمان ہوتا ہے کہ قبلہ اس طرف ہے، چونکہ موجودہ دور کا یہ آلہ (قبلہ نما) ظن غالب کی تحصیل کے لئے زیادہ کارآمد ہے،اس لیے قبلہ کی تعین کیلئے اس کا استعمال شرعاً درست ہے اور اس سے قبلہ کا صحیح رخ متعین ہوجاتا ہے۔

لما قال في الهندية: وجهة الكعبة تعرف بالدليل والدليل في الأمصار والقرى المحاريب التي نصبها الصحابة و التابعون فعلينا اتباعهم فإن لم تكن فالسؤال من أهل ذلك الموضع،وأما في البحار والمفاوز فدليل القبلة النجوم. (الفتاویٰ الهندية،الفصل الثالث في استقبال القبلة: ٦٣/١)

وتعرف بالدليل،وهو في القرى والأمصار محاريب الصحابة والتابعين،وفي المفاوز والبحار النجوم كالقطب. (الدر المختار)

قال ابن عابدين:(قوله كالقطب)...وعلى ما وضعوه لها من الآلات كالربع والأصطرلاب فإنها إن لم تفد اليقين تفد غلبة الظن للعالم بها،وغلبة الظن كافية في ذلك.(ردالمحتار،كتاب الصلاة،باب شروط الصلاة،مبحث في استقبال القبلة: ٤٣٠/١)(فتاویٰ حقانیہ:۳/۷۷-۷۸)

قطب تارہ سے قبلہ کا رخ پہچاننے کا کیا طریقہ ہے:

سوال: قبلہ کا رخ قطب تارہ سے کس طرح پہچانتے ہیں،اس کو داہنے مونڈھے پر رکھیں یا اس سے آگے،اور اسی طرح آفتاب سے کیوں کر پہچانیں؟ جیسا سنا ہے کہ،موسم سرما میں آفتاب نمازی [سے] بائیں جانب رہے،اور موسم گرما میں داہنی جانب رہے۔

الجواب

ہندوستان کے لوگ داہنے مونڈھیں پر اس کو لیویں اور سوا نہیں، کہ جس سے آگے پیچھے کا حال ضبط ہو سکے، یہ ریاضی سے علاقہ رکھتا ہے۔۔۔(اس کے بعد کچھ عبارت ضائع ہوگئی ہے۔نور الحسن کاندھلوی)

(بدست خاص،سوال:۱۳۵)(باقیات فتاویٰ رشیدیہ:۱۵۳)

قبلہ کا تعین قطب نما یا ستارے سے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ آج کل جو مساجد کی بنیاد رکھتے ہیں آیا اس کی بنیاد قطب نما آلہ سے رکھی جائے یا قطب ستارہ کو دیکھ کر؛ کیونکہ لوگ ان دونوں کے درمیان فرق بتاتے ہیں، تقریباً دوفٹ کا فرق ہے تو اب مساجد کی تعمیر قطب نما آلہ کو دیکھ کر رکھیں یا کہ قطب ستارہ کو۔

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ

سمت قبلہ میں آلات رصدیہ اور حسابات ریاضیہ سے کام لینا سلف صالحین کا طریقہ نہیں تھا اور نہ ہی شریعت نے اس کا حکم دیا ہے، بلکہ طریقۂ معروفہ سلف یہ ہے کہ جن بلاد میں مساجد قدیمہ موجود ہوں ان کا اتباع کیا جاوے، جہاں نہ ہوں وہاں شرعی طریقہ جو سنت صحابہ وتابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت ہے۔

وہ یہ ہے کہ شمس وقمر اور قطب تارہ وغیرہ کے مشہور ومعروف ذرائع سے اندازہ کر کے سمت قبلہ متعین کرلی جائے۔(۱) اگر اس میں معمولی میلان وانحراف بھی رہے، تو اس کو نظر انداز کیا جاوے؛ کیونکہ حسب طریقہ صاحب بدائع ان بلاد میں تحری اور اندازہ سے قائم کردہ جہت ہی قائم مقام کعبہ کے ہے، اور اس پر احکام دائر ہیں۔

”لأنهم جعلوا عين الكعبة قبلة في هذه الحالة بالتحرى وأنه مبنى علىٰ مجرد شهادة القلب من غير أمارات والحجة وصارت قبلة باجتهادهم المبنى على الأمارات الدالة عليها من النجوم والشمس والقمر وغير ذلك“.(۱۱۸/۱)(۲) فقط واللّٰہ تعالیٰ أعلم (فتاویٰ مفتی محمود: ۸۸۷/۱-۸۸۸)

چلتی گاڑی میں قطب نما کے ذریعہ قبلہ کی نشاندہی اور اس کی طرف توجہ:

سوال: چلتی گاڑی میں نماز شروع کرنے سے پہلے قطب نما سے سمت قبلہ دیکھ لیا اور پھر سمت شمال یا جنوب کو ہو گئی تو نماز ہوگئی یا نہیں؟ یا قطب نما کھول کر رکھ لیں اور جدھر قبلہ ہو گھومتے جائیں، اس صورت میں توجہ قطب نما کی طرف ہوگی، تو کیا نماز میں نقص ہوگا؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً

اگر ابتداءً قطب نما دیکھ کر صحیح رخ پر نماز پڑھ لی؛ تو نماز ہوگئی۔ جب تک { کہ } درمیان میں رخ بدل جانے کا ظن غالب نہ ہو۔(۳)

---

(۱) كذا في الدر المختار: وتعرف بالدليل، وهو في القرىٰ والأمصار محاريب الصحابة والتابعين، وفي المفاوز والبحار النجوم كالقطب وإلا فمن الأهل. (مبحث في استقبال القبلة: ۱۳۸/۲، طبع رشيدية كوئٹة، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة)

(۲) بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل في الشرائط و الأركان: ۱۱۸/۱، مكتبة رشيدية، كوئٹه

(۳) ”من أراد أن يصلى في سفينة تطوعًا أو فريضةً، فعليه أن يستقبل القبلة، ==

اگر قطب نما کھول کر سامنے رکھ لیا جائے اور وقتاً فوقتاً اس پر بھی نظر پڑتی رہے، تب بھی نماز ہو جائے گی۔اس پر گا ہے گا ہے نظر پڑنے سے نماز فاسد نہیں ہوگی۔(۱) ہاں توجہ میں کچھ فرق آجائے گا۔(۲) فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند۔(فتاویٰ محمودیہ: ۵/۵۲۵-۵۲۶)

جولوگ بیت اللہ سے دور ہیں وہ قبلہ کسے قرار دیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندوستان میں سمت قبلہ کیا ہے، آیا یہ مساجد جو سلف صالحین بنا کر گئے ہیں ان کا اعتبار ہے یا بروئے قاعدہ اہل ہیئت جو سمت نکلے اس کا اعتبار ہے اور جو شخص بقاعدہ اہل ہیئت نماز پڑھتا ہو نماز اس کی ہوئی یا نہیں اور یہ شخص تمام مساجد کو غلط بتاتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ سمت قبلہ اصلی میں اور سمت قبلہ مساجد میں پانچ سو کوس کا فرق ہے اور یہ شخص ایک مسجد کا امام ہے۔ درحالت امامت سمت مساجد سے انحراف کر کے نماز پڑھتا ہے اور مقتدیان اس کی اس سمت کو غلط جانتے ہیں۔ایسی حالت میں اقتدا اس امام کی صحیح ہوگی یا نہیں؟ بینوا بالدلائل والتفصیل وتوجروا بالأجر الجزیل؟

الجواب

جولوگ کہ بیت اللہ سے غائب ہیں؛ ان کا قبلہ جہت کعبہ شریف ہے۔جس طرف میں کعبہ ہے؛ اسی طرف کو رخ کر کے نماز پڑھیں۔(۳) مثلاً جولوگ کہ ہندوستان میں رہتے ہیں اور ہندوستان کا قبلہ مغرب کی جانب ہے تو ان کو مغرب کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنی چاہئے۔اگر جنوب وشمال کی طرف ان کا منہ ہو جاوے گا تو ان کی نماز نہ ہوگی اور جو جنوب وشمال کے بیچ میں ہوں گے تو نماز ہو جاوے گی اور اگر کوئی شخص موافق قاعدہ ہیئت کے ساڑھے اکیس درجہ

== ولایجوزله أن یصلی حیث ماکان وجهه، کذا فی الخلاصة،حتی لو دارت السفینة وهو یصلی،توجه إلی القبلة حیث دارت،کذا فی شرح منیة المصلی لابن أمیر الحاج".(الفتاویٰ الهندیة،کتاب الصلاة،الفصل الثالث فی استقبال القبلة: ۶۳/۱،رشیدیة)

حاشیة صفحه هذا:

(۱) "(ولا یفسدها نظره إلٰی مکتوب وفهمه)ولو مستفهمًا وإن کره".(الدر المختار)

قال: ابن عابدین رحمه اللّٰه تعالٰی:(قوله وإن کره): أی لاشتغاله بمالیس من أعمال الصلاة". (ردالمحتار، کتاب الصلاة،باب مایفسد الصلاة ومایکره: ۶۳۴/۱،سعید)

(۲) "(و)کذا کل(مایشغل باله عن أفعالها ویخل بخشوعها)".(تنویر الأبصار مع الدر المختار علٰی صدر ردالمحتار، کتاب الصلاة،قبیل مطلب إعراب کائنا ماکان: ۳۷۸/۱،سعید)

"(ولا بأس بنقشه خلا محرابه)فإنه یکره،لأنه یلهی المصلی".(الدر المختار)

وقال ابن عابدین رحمه اللّٰه تعالٰی:(قوله لأنه یلهی المصلی)أی فیخل بخشوعه من النظر إلٰی موضع سجوده و نحوه".(ردالمحتار، کتاب الصلاة،باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها،مطلب کلمة لابأس الخ: ۶۵۸/۱،سعید)==

عرض کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے گا تو اس کی نماز بھی درست ہوجاوے گی۔ اس واسطے کہ مکہ معظّمہ ساڑھے اکیس درجہ میں واقع ہوا ہے اور ایک درجہ تقریباً ساٹھ میل کا ہوتا ہے تو جیسا نماز اور مسجد والوں کی درست ہے، ایسے ہی جو شخص ٹیڑھا ہوکر نماز ادا کرے گا درست ہوگی۔ اس واسطے کہ محاذاۃ عین بیت اللہ کی نہ اس شخص کو حاصل ہوسکتی ہے جو موافق ہیئت کے ساڑھے اکیس درجہ میں نماز پڑھتا ہے اور نہ ان لوگوں کو حاصل ہوسکتی ہے جو اس درجہ سے داہنے بائیں ہوکر پڑھتے ہیں۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ درجہ ہوتا ہے ساٹھ میل کا اور بیت اللہ کا عرض ہندوستان کی جانب سے کوئی بتّیس ہاتھ کی مقدار ہے تو عین بیت اللہ کی طرف کیوں کر متوجہ ہوسکتا ہے۔ لہٰذا یہ تکلف اس شخص کا اور مساجد کو غلط بتانا محض غلط و بے سود ہے؛ سب کی نماز درست ہے۔ اور تفرقہ اور ٹیڑھا کرنا جماعت کا؛ غلطی اس شخص کی ہے اور صورت بیت اللہ کی اور اس کی محاذات کی درمختار اور اس کی شروح میں لکھی ہے؛(۱) جس کا جی چاہے دیکھ لیوے۔ اگر اس میں لکھی جاوے تو شاید فہم عوام میں نہ آوے، اسی لئے نہیں لکھی گئی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (تالیفات رشیدیہ: ۲۶۱-۲۶۲)

ہمارے بلاد میں بین المغربین سمت قبلہ ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہندو پاک میں قبلہ بجانب مغرب ہے، اس لئے مساجد کا رخ عین مغرب کی جانب ہے، لیکن آج کل سعودی عرب سے جو قبلہ نما ملتا ہے، اس کے ذریعے ہمارے گجرات شہر میں قبلہ مغرب سے اٹھارہ درجہ جنوب کی طرف بنتا ہے، اب اس مسجد میں جو عین مغرب کی طرف بنی ہوئی ہے، نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

(المستفتی: نامعلوم......۲۷/۱۰/۱۹۸۷ء)

الجواب

ہمارے بلاد میں بین المغربین سمت قبلہ ہے،(۲) اور کعبہ کی طرفین کا استقبال (چھتیس درجات تک) کافی ہے

== وبهذا علم أن ترك الخشوع لايخل بالصحة بل بالكمال، ولذا قال في الخلاصة والخانية: إذا تفكر في صلاته فتذكر شعرًا أو خطبةً فقرأهما بقلبه ولم يتكلم بلسانه لاتفسد صلاته". (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة وما يكره فيها: ۲/۲۵، رشيديه)

(۳) (ومن كان بحضرة الكعبة يتوجه إلى عينها وإن كان غائباً عنها يتوجه إلى جهتها) لقيام الجهة عندالعجز مقام عينها لأن التكليف بقدر الطاقة. (الاختيار لتعليل المختار، باب مايفعل قبل الصلاة: ۱/۴۶. انيس)

حاشية صفحه هذا:

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، باب شروط الصلاة، قبيل مطلب كرامات الأولياء ثابتة: ۱/۳۱۷. انيس

(۲) قال ابن عابدين رحمه الله: وقال في شرح زاد الفقير: وفي بعض الكتب المعتمدة في استقبال القبلة إلى الجهة أقاويل كثيرة، وأقربها إلى الصواب قولان: الأول أن ينظر في مغرب الصيف في أطول أيامه ومغرب الشتاء في أقصر أيامه فليدع الثلثين في الجانب الأيمن والثلث في الأيسر والقبلة عند ذلك، ولو لم يفعل هكذا وصلى فيما بين المغربين يجوز، وإذا وقع خارجًا منها لايجوز بالاتفاق، ملخصًا. ==

اوران جدید آلات پر اعتماد نہ مطلوب ہے اور نہ ممنوع ،البتہ ان کی وجہ سے قدیم مساجد میں شبہات پیدا کرنا جائز نہیں ہے۔(١) وھوالموفق (فتاویٰ فریدیہ:٢٢٢/٢-٢٢٣)

مکہ مکرمہ میں استقبال کعبہ کا حکم:

سوال: مکہ مکرمہ کے شہر میں مسجد حرام کے باہر سمت قبلہ کا تعین اور استقبال قبلہ کس طرح کیا جائے؟ جبکہ درمیان میں اونچی اونچی عمارتیں حائل ہیں۔بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

جو شخص بلندی پر چڑھ کر عمارت کعبہ دیکھ سکتا ہو،اس کے لئے استقبال عین کعبہ ضروری ہے،ورنہ تحری سے جہت کعبہ کی تعیین کافی ہے۔

قال فی شرح التنویر:(فللمکی)...(إصابة عینها)یعم المعاین وغیره،لکن فی البحر أنه ضعیف،والأصح أن من بینه وبینها حائل کالغائب.(الدرالمختار)

== وفی منیة المصلی عن أمالی الفتاویٰ:حد القبلة فی بلادنا یعنی سمرقند:مابین المغربین مغرب الشتاء ومغرب الصیف،فإن صلی إلیٰ جهة خرجت من المغربین فسدت صلاته.آه.(رد المحتار،کتاب الصلاة،باب شروط الصلاة، مبحث فی استقبال القبلة: ٣١٤/١)

(١) قال العلائی:"فتبصر وتعرف بالدلیل،وهوفی القریٰ والأمصارمحاریب الصحابة والتابعین،وفی المفاوزوالبحارالنجوم کالقطب.(الدرالمختار)

قال صاحب ردالمحتارتحت(قوله:محاریب الصحابة والتابعین):فلا یجوزالتحری معها.زیلعی.بل علینا اتباعهم.خانیة.ولایعتمد علیٰ قول الفلکی العالم البصیرالثقة أن فیها انحرافاً خلافاً للشافعیة فی جمیع ذلک ،کما بسطه فی الفتاویٰ الخیریة،فإیاک أن تنظرإلیٰ مایقال إن قبلة أموی دمشق وأکثرمساجدها المبنیة علیٰ سمت قبلته فیها بعض انحراف وإن أصح قبلةً فیها قبلةُ جامع الحنابلة الذی فی سفح الجبل،إذ لا شک أن قبلة الأموی من حین فتح الصحابة ومن صلی منهم إلیها وکذا من بعدهم أعلم وأوثق وأدری من فلکی لا ندری هل أصاب أم أخطأ،بل ذلک یرجح خطأه وکل خیرفی اتباع من سلف ... قال القهسانی:ومنهم من بناه علیٰ بعض العلوم الحکمیة إلا أن العلامة البخاری قال فی الکشف: إن أصحابنا لم یعتبروه،آه ... أقول:لم أرفی المتون مایدل علیٰ عدم اعتبارها(أی دلائل النجوم)ولنا تعلم مانهتدی به علی القبلة من النجوم. و قال تعالیٰ:﴿لَكُمُ النُّجُومَ لِتَهْتَدُوا بِهَا﴾(الأنعام:٩٧) علیٰ أن محاریب الدنیا کلها نصبت بالتحری حتیٰ منی،کما نقله فی البحر،ولایخفیٰ أن أقوی الأدلة النجوم،والظاهرأن الخلاف فی عدم اعتبارها إنما هو عند وجود المحاریب القدیمة،إذ لایجوزالتحری معها کما قدمناه،لئلا یلزم تخطئة السلف الصالح و جماهیر المسلمین.(رد المحتارکتاب الصلاة،باب شروط الصلاة،مبحث فی استقبال القلبلة،قبیل مطلب کرامات الأولیاء ثابتة: ٣١٧/١)

وفي الحاشية عن الفتح: وعندي في جواز التحري مع إمكان صعوده إشكال؛ لأن المصير إلى الدليل الظني وترك القاطع مع إمكانه لايجوز، وقد قال في الهداية: والاستخبار فوق التحري، فإذا امتنع المصير إلٰى ظني لإمكان ظني أقوى منه فكيف يترك اليقين مع الظن، آه. (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، مبحث في استقبال القبلة: ٣٩٧/١) **فقط والله تعالٰى أعلم**

١٧/رجب ١٣٩٠ھ۔ (احسن الفتاویٰ: ۳۱۹/۲) ☆

حرم شریف میں نماز پڑھتے ہوئے نمازی کا رخ عین بیت اللہ کی طرف ہونا شرط ہے:

سوال: نماز کی نیت میں یہ بھی شامل ہوتا ہے کہ ہمارا رخ قبلے کی طرف ہو، نظر سجدے کی جگہ ہونی چاہیے، سوال یہ ہے کہ اگر ہم خانہ کعبہ میں نماز ادا کر رہے ہوں اور کعبہ نظر کے سامنے ہو تو نظر کعبہ کی طرف ہونی چاہیے یا نیچے سجدہ کی جگہ جائے نماز پر؟

الجواب

نظر وہاں بھی سجدہ کی جگہ ہونی چاہیے، لیکن یہ دیکھ لینا ضروری ہے کہ رخ عین بیت اللہ کی طرف ہے بھی یا نہیں؟ میں نے بہت سے لوگوں کو جماعت کے ساتھ نماز پڑھتے ہوئے دیکھا کہ جس رخ قالین بچھی ہوئی تھی اسی طرف نماز شروع کر دیتے ہیں، ان کا منہ بیت اللہ کی طرف نہیں ہوتا، ان کی نماز نہیں ہوتی۔ کیوں کہ جب بیت اللہ شریف سامنے ہو تو عین بیت اللہ کی طرف رخ کا ہونا؛ نماز کے صحیح ہونے کے لیے شرط ہے، اگر رخ بیت اللہ سے منحرف ہو تو نماز نہیں ہوگی۔ (۱) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳۴۸/۳-۳۴۹)

☆ **مکی کیلئے نماز پڑھتے وقت عین کعبہ یا جہت کعبہ کا حکم:**

سوال: فقہ حنفی کی کتابوں میں لکھا ہے کہ مکی کے لئے عین کعبہ اور آفاقی کے لئے جہت کعبہ ضروری ہے، لیکن آج کل شہر مکہ میں بڑی بڑی عمارتیں مسجد حرام اور مصلی کے درمیان حائل ہیں، اس صورت میں سمت قبلہ کی تعیین کس طرح کی جائے؟

الجواب

یہ حکم اس مکی کے لئے ہے۔ جس کو کعبۃ اللہ دکھائی دیتا ہو تو اس پر لازمی ہے کہ وہ عین کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے اور جس کو کعبہ دکھائی نہ دیتا ہو، تو اس کے لئے بھی آفاقی کی طرح جہت کعبہ کافی ہے، اگر چہ وہ مکہ مکرمہ میں ہی رہتا ہو۔

لما قال العلامة الحصكفي: (فللمكي)... (إصابة عينها) يعم المعاين وغيره، لكن في البحر أنه ضعيف. والأصح أن من بينه وبينها حائل كالغائب. (الدر المختار على صدر رد المحتار، باب شروط الصلاة، مبحث في استقبال القبلة: ٤٢٧/١-٤٢٨)

قال العلامة إبراهيم الحلبي: وفي الدراية من كان بينه وبين الكعبة حائل الأصح أنه كالغائب. (الكبيري، الشرط الرابع: ٢١٧) (فتاویٰ حقانیہ: ۷۷/۳)

(۱) لايجوز لأحد أداء فريضة ولا نافلة ولا سجدة تلاوة ولا صلاة جنازة إلاّ متوجهًا إلى القبلة، كذا في السراج الوهاج. اتفقوا علٰى أن القبلة في حق من كان بمكة عين الكعبة فيلزمه التوجه إلٰى عينها، كذا في فتاوىٰ قاضي خان ... ولو صلّى مستقبلاً بوجهه إلى الحطيم لايجوز، كذا في المحيط. (الفتاوىٰ الهندية: ٦٣/١، وكذا في بدائع الصنائع: ١١٨/١)

استقبال حطیم سے نماز نہیں ہوگی:

سوال: استقبال حطیم سے نماز صحیح ہوگی یا نہیں، اگر نہیں تو اس کی کیا وجہ ہے؟ جبکہ حطیم بھی درحقیقت بیت اللہ ہی کا حصہ ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب ———— باسم ملهم الصواب

کل حطیم بیت اللہ کا جزء نہیں، بلکہ اس میں سے صرف چھ ذراع بیت اللہ کا حصہ ہے، اولاً بیت اللہ کی جزئیت اور ثانیاً اس کی تقدیر چھ ذراع سے یہ دونوں امر ظنی ہیں اور حکم استقبال قطعی ہے۔ اس لئے استقبال حطیم سے نماز صحیح نہیں ہوگی۔

قال في الشامية: فإنه إذا استقبله المصلي لم تصح صلاته؛ لأن فرضية استقبال القبلة ثبتت بالنص القطعي وكون الحطيم من الكعبة ثبتت بالآحاد، فصار كأنه من الكعبة من وجه دون وجه، الخ. (ردالمحتار، كتاب الحج، مطلب في طواف القدوم: ٤٩٦/٢) **فقط والله تعالىٰ أعلم**

١١/محرم الحرام ١٣٨٨ھ۔ (احسن الفتاویٰ: ٣١٨/٢)

کیا حطیم میں نماز پڑھنے والا کسی طرف بھی رخ کر کے نماز پڑھ سکتا ہے:

سوال: حطیم خانہ کعبہ کا حصہ ہے، خانہ کعبہ کے اندر آدمی جس طرف چاہے؛ رخ کر کے نماز پڑھ سکتا ہے، کیا حطیم کے اندر بھی اس بات کی اجازت ہے کہ جس طرف چاہے؛ رخ کر کے؛ نماز پڑھ لے؟

الجواب ————

جی نہیں! حطیم میں بیت اللہ شریف کی طرف رخ کرنا ضروری ہے، ورنہ نماز نہیں ہوگی۔ (١)

(آپ کے مسائل اور ان کا حل: ٣٤٥/٣) ☆

---

(١) ولو صلّى مستقبلاً بوجهه إلى الحطيم لايجوز، كذا في المحيط. (الفتاویٰ الهندية: ٦٣/١)

☆ حطیم کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا مسئلہ:

سوال: ہم نے کتابوں میں دیکھا ہے کہ حطیم بیت اللہ کا حصہ ہے، لہٰذا اگر کوئی آدمی حطیم کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے، تو اس کی نماز ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب ————

اگرچہ خبر آحاد سے معلوم ہوتا ہے کہ حطیم کعبۃ اللہ کا حصہ ہے، لیکن یہ امر ظنی ہے اور استقبال قبلہ قطعی الثبوت دلیل سے ثابت ہے، چنانچہ فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ اگر کوئی آدمی حطیم کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرے، تو نماز نہیں ہوگی۔

قال العلامة ابن عابدين: (قوله كاستقباله احتياطاً) فإنه إذا استقبله المصلي لم تصح صلاته لأن فرضية استقبال القبلة ثبتت بالنص القطعي وكون الحطيم من الكعبة ثبتت بالآحاد فصار كأنه من الكعبة من جه دون وجه. (رد المحتار، كتاب الحج، مطلب في طواف القدوم: ٤٩٦/٢) (قال العلامة إبراهيم الحلبي: الكعبة اسم للعرصة... ولو صلى إلى الحطيم وحده لايجوز. (الكبيري، الشرط الرابع، فروع في شرح الطحاوي: ٢٢٥) (فتاویٰ حقانیہ: ٧٧/٣)